عورت پبلیکیشن
اینڈ انفارمیشن
سروس فاؤنڈیشن

قانون سازی پر نظر

بانی ادارت: شہلا ضیاء
سرپرست اعلیٰ: نگار احمد

اداریہ

قومی اورصوبائی اسمبلیوں میں 17 فیصد مخصوص نشستوں کا مختص کیا جانا عورتوں کی بڑی کامیابی تھی۔اس کے بعد خواتین ارکان اسمبلی کوکئی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں جن میں قومی اسمبلی کی پہلی خاتون سپیکر، خاتون وزیر برائے امورِ خارجہ اور سندھ میں خاتون کا ڈپٹی سپیکر بننا، گذشتہ سات برسوں میں عورتوں کے حق میں سات قوانین کی منظوری جس کے لئے خواتین ارکان اسمبلی اور سیاستدانوں کی نمایاں تائید اورشمولیت حاصل رہی اور عوام کی جانب سے خواتین اراکین پارلیمنٹ کوبطور سیاستدان اور قانون ساز اداروں کی ایسی اراکین کے طور پرتسلیم جانا شامل ہے جو اپنے حلقہ جات، عورتوں اور دیگر محروم افراد کے حقوق کے لئے آواز بلند کریں گی۔

تاہم اس پیشرفت کے باوجود حکومت، ریاست اور سیاسی جماعتوں کی طرف سے خواتین ارکان اسمبلی کو برابر کی اراکین تسلیم کئے جانے کا فقدان رہا ہے۔ یہ امر اس حقیقت سے عیاں ہوتا ہے کہ کوئی بھی خاتون متعدد اہم عہدوں بشمول وزیر خزانہ، صحت، وزارت داخلہ وغیرہ پر فائز نہیں رہی، سال 2010ء میں ترامیم کا جائزہ لینے کے لئے قائم آئینی اصلاحات کمیٹی میں کسی خاتون کو شامل نہیں کیا گیا، خواتین ارکان اسمبلی اور سیاسی جماعتوں کی رکن خواتین کوریاست اور سیاسی جماعتوں کے دو اہم اُمورِ کار مثلاً بجٹ سازی کے عمل اور سیاسی جماعتوں کے منشور کو حتمی شکل دینے کے عمل میں شامل نہیں کیا گیا۔

جب اہم فیصلے یکطرفہ طور پر مردوں کی طرف سے کئے جائیں گے تو یہ خواتین قانون سازوں اور ملک بھر کی عورتوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہوگی۔کوئی قوم ایسے اہم امور پر عورتوں کی شمولیت کے بغیر فیصلہ کرنے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔معاشرہ برابر اور اہل شہریوں کے طور پر عورتوں کے علم اور استعداد کی ضرورت کا حامل اور حقدار ہے اور پارلیمنٹ کے اداروں کوبھی حکمرانی کے لئے خواتین ارکان اسمبلی کی استعداد سے مستفید ہونے کی ضرورت ہے۔

ہمارے نیوز لیٹر کا زیرِنظر شمارہ بجٹ سازی اور سیاسی جماعتوں کے منشور کو حتمی شکل دینے جیسے امور سے عورتوں کو شامل نہ کرنے کی طرف توجہ مبذول کرتا ہے۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ اس معاملہ کوتسلیم کیا جائے اور سول سوسائٹی بجٹ 2013ء میں خواتین اراکین پارلیمنٹ کو شامل کئے جانے کی بہرصورت حمایت کرے اور اراکین کی جانب سے اس ضمن میں فوری وکالتی مہم شروع کرے۔

2013ء کے متوقع انتخابات کے پیش نظر سیاسی جماعتیں اپنے منشوروں کو حتمی شکل دینے کے عمل سے گذر رہی ہیں جس سے خواتین اراکین پارٹی کو بدستور شامل نہیں کیا گیا۔عورتوں کو سیاسی جماعتوں کی برابر رکن سمجھا جانا اور اس نوعیت کی فیصلہ سازی کے عمل میں شامل ہونا بہت اہم ہے۔اس کے ساتھ ساتھ منشور میں عورتوں کے مخصوص مسائل کو لازماً ترجیح دی جانی چاہیے۔ یہ نیوز لیٹر سیاسی منشور میں عورتوں کی شمولیت کی غرض سے سول سوسائٹی کو وہ سفارشات مہیا کرتا ہے جو اسے پیش کرنی چاہیں۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ریاست، حکومت اور سیاسی جماعتیں عورتوں کو وہ برابر مقام دیں جیسا کہ آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 25 میں تسلیم کیا گیا ہے اور خواتین نمائندوں کو فیصلہ سازی کے عمل کا حصہ بنایا جائے۔

پاکستانی معیشت: حالات کیا رخ اختیار کریں گے؟

تحریر: ایس اکبر زیدی

جون 2012ء
پاکستان کی معیشت کس حد تک ابتر ہے؟

بعض پیشہ ور اقتصادی ماہرین کی طرف سے اختیار کیا گیا ایک عمومی مفروضہ یہ ہے کہ پاکستان کی معیشت انتہائی ابتر حالت سے دوچار ہے۔اشفاق ایچ خان جو جنرل مشرف کی اقتصادی ٹیم کے ایک رُکن رہ چکے ہیں بھی انہی اقتصادی ماہرین میں سے ایک ہیں۔انہوں نے حال ہی میں اپنی ایک تحریر میں کہا ہے کہ ’’پاکستان کے اندر اور باہر ایک عمومی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ پاکستان کی معیشت اس وقت جس قدر ابتری کی شکار ہے وہ 1947ء میں پاکستان قائم ہونے کے بعد سے آج تک پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ گذشتہ 64 برسوں کے دوران پاکستان کو کبھی کبھار سنگین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تاہم قابل معاشی ٹیم اور مضبوط قیادت کی بدولت ان مشکلات پر قابو پالیا جاتا رہا۔اب ملک میں یہ عمومی تاثر پایا جاتا ہے کہ آج ویسی قیادت اور معاشی ٹیم وجود نہیں رکھتی۔‘‘

مشرف کے ایک اور کلیدی معاشی مشیر ثاقب شیرانی نے چند ہفتے قبل یوں تحریر کیا کہ وزیر خزانہ ایک ایسی معیشت کو چلارہے ہیں جس کی حالت پاکستان کی تاریخ میں اتنی بُری کبھی نہیں رہی۔ دیگر معیشت دانوں جیسا کہ سابق گورنر سٹیٹ بینک محمد یعقوب نے تحریر کیا کہ ’’پاکستان کی بقا کو اصل خطرہ بھارت، امریکہ یا دہشت گردی سے نہیں بلکہ معیشت کے بیٹھ جانے سے لاحق ہے جو بعض پالیسی اقدامات نہ ہونے کی صورت میں اس سے کہیں جلد وقوع پذیر ہوسکتی ہے جتنا کہ لوگ سوچ رہے ہیں۔‘‘ پاکستان کی معیشت کے بارے میں کسی نے اس قدر سخت اور پریشان کُن تبصرے شاذونادر ہی سنے ہونگے۔ پاکستان کی معیشت کی حالت کا جائزہ لینے کے لئے مذکورہ معیشت دانوں کی طرف سے ظاہر کئے گئے خدشات کی حقیقت معلوم کرنا ضروری ہے۔

اقتصادی سروے 2012ء میں سامنے لائے گئے کئی کلیدی معاشی اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ بعض اقتصادی اشاریے درحقیقت اب تک خراب تر یا کم از کم گذشتہ پچاس برسوں میں خراب ترین ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں افراط زر کی شرح بلند تھی مگر موجودہ حکومت کے اقتدار کے 51 مہینوں میں شاید ہی کوئی مہینہ ایسا گذرا ہو جب یہ دوہرے ہندسوں میں نہ رہی ہو جو کہ ایک پریشان کن بات ہے۔

اسی طرح موجودہ حکومت کے تحت مالیاتی خسارہ 4 سے 6.5 فی صد کے درمیان رہا ہے تاہم جنرل ضیاء کی فوجی حکومت کے دنوں میں یہ بلند تر تھا جو اکثر جی ڈی پی کے 8 فیصد سے زیادہ رہتا تھا۔ جنرل مشرف کے 11 / 9 سے قبل کے تین برسوں یعنی 1999-2002ء میں شرح نمو صرف 3 فیصد تھی تاہم اس کے بعد حکومت کو بھاری مقدار میں بیرونی امداد اور فنڈز حاصل ہونا شروع ہوگئے۔

مجموعی طور پر مقامی قرضے جن میں گذشتہ چار برسوں کے دوران اضافہ ہوتا چلا آیا ہے بدستور اس سے کہیں کم ہیں جو جنرل ضیاء کے دور میں اور پھر 1988 سے 1999 کے درمیان لئے جاتے رہے۔ تاہم دو اشاریے جو واضح طور پر خراب تر ہیں اور خاص طور پر باعث تشویش ہیں ان میں جی ڈی پی اور ٹیکس کا تناسب گرنے اور سرمایہ کاری میں آنے والی کمی ہے۔

خراب تر صورتحال کا نقشہ کھینچنے والے ماہرین جن کئی اشاریوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں درحقیقت اہم اقتصادی اشاریے ہیں جنہیں معاشی صورتحال کے تجزیہ کے لئے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ان کا یہ کہنا درست ہے کہ موجودہ حکومت کے عرصہ اقتدار کے تمام مہینوں میں افراط زر کی شرح دوہرے ہندوسوں میں رہی ہے اور یہ بھی کہ مالیاتی خسارہ اور قرضوں کی صورتحال بھی خراب ہورہی ہے ۔ ان کا یہ کہنا بھی غلط نہیں کہ حکومتی شعبہ میں چلنے والے کاروباری ادارے بری حالت میں ہیں اور توانائی کی صورتحال مسلسل بگڑرہی ہے جس سے سرمایہ کاری متاثر ہورہی ہے۔

دیگر اشاریوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جن سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ معیشت تباہ ہوچکی ہے یا تباہی کے دھانے پر کھڑی ہے۔ تاہم ان منفی اشاریوں کی نشاندہی کے باوجود معیشت تباہی سے دوچار نہیں ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ متبادل اشاریے بھی پیش کئے جاسکتے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ معیشت کی حالت اتنی بُری بھی نہیں جتنی کہ مذکورہ ماہرین اپنی تحریروں میں پیش کررہے ہیں۔

معیشت میں ایسے رجحانات موجود ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ بعض شعبے ماضی کے مقابلہ میں کہیں بہتر کارکردگی پیش کررہے ہیں۔ دیہی آمدنی میں اضافہ ہوتا دکھائی دے رہا ہے اور مختلف مصنوعات کی طلب میں اضافہ ہورہا ہے۔سال 12-2011ء میں جب سب ڈوب جانے کی باتیں کرنے والے مایوس کُن تصویر دکھارہے تھے بینکوں نے بہت زبردست منافع کمایا وغیرہ۔

بعض بڑے بینکوں نے سال 12-2011ء میں 57 فیصد سے زیادہ منافع کمایا جبکہ گذشتہ چھ ماہ کے دوران کاروں، جیپوں اور موٹر سائیکلوں کی مقامی سطح پر پیداوار میں 8 فیصد اضافہ ہوا۔ یہ اشاریے ایسی صورتحال پیش نہیں کرتے جہاں سب کچھ تباہ ہو چکا ہو۔کئی دوسرے اعداد و شمار بھی ہیں جو ایسے دعوؤں کو غلط ثابت کرتے ہیں کہ خدانخواستہ آسمان گرنے لگا ہے۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ چیزوں کو جس طرح دیکھا جارہا ہے ان میں واضح تضاد موجود ہے۔

معیشت سے متعلق کئی دیگر ایسے اشاریے بھی موجود ہیں جو قبل ازیں ایسے کبھی نہیں رہے گو سست رُو رجحانات جیسے مسائل بھی موجود ہیں۔ سست روی سے ہی مگر فی کس آمدنی میں مسلسل اضافہ ہوا۔ بیرون ملک سے ترسیلات اور برآمدات میں بھی بہتری آئی اور غربت شاید اس سطح سے کم ہے جتنی کہ پاکستان کی سست شرح نمو اور اشیاءخوردونوش کی بڑھتی ہوئی اور موجودہ مہنگائی کے پیش نظر توقع کی جارہی تھی۔

پاکستان کی معیشت کے منصفانہ اور غیر متعصّبانہ تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں ملک کی معیشت کے بعض حصے خستہ حالی کا شکار ہیں وہیں یہ بدترین دور ہرگز نہیں ہے۔ مزید برآں، موجودہ صورتحال پر اثر انداز ہونے والے عوامل کا تعلق جنرل مشرف کے دور میں اختیار کی جانے والی پالیسیوں سے ہے۔

جو لوگ پاکستان کی معیشت کے بیٹھ جانے کے حق میں دلائل دیتے ہیں ان پر تنقید کو موجودہ حکومت کی معاشی پالیسیوں کی توثیق یا حمایت کے معنوں میں نہیں لیا جانا چاہیے۔ یہ حکومت اچھی طرح سوچی سمجھی معاشی پالیسی دینے میں بُری طرح ناکام ہوئی ہے۔ اس کی اقتصادی ٹیم مکمل طور پر ناکام ہے اور اس حوالہ سے حکومت کے معاشی پروگرام پر تنقید کرنے والوں سے اختلاف کی گنجائش بہت کم ہے تاہم ان تنقید نگاروں کو گذشتہ چند برسوں کے دوران لکھے گئے خود اپنے مضامین کو دوبارہ پڑھنا چاہیے تا کہ وہ اپنے

بقیہ اگلے صفحہ پر

پاکستانی معیشت: حالات کیا رخ اختیار کریں گے؟

بقیہ صفحہ 1 سے

تعصّبات اور آراء کا از سرِ نو جائزہ لے سکیں۔

ان تنقید نگاروں کی جانب سے تباہی و بربادی کا تسلسل سے کھینچا گیا نقشہ بارہا غلط ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں اپنے سیاسی تعصّبات ایک طرف رکھتے ہوئے اس امر کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ معیشت کام کس طرح کرتی ہے۔ انہیں اس پہلو کا تجزیہ کرتے ہوئے زیادہ دیانت داری برتنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان اس تباہ کُن صورتحال سے کیسے محفوظ رہا ہے جس سے متعلق وہ اپنے ہر مضمون میں زور دیتے چلے آئے ہیں۔ اس کا جواب شاید غیر رسمی اور متوازی معیشت پیش کر سکے اور شاید پاکستان کے حقیقی معاشی عملیات کا درست ادراک کتابی تجزیوں کی بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا۔

وجہ کوئی بھی رہی ہو، اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے کہ پاکستان کی معیشت درحقیقت کس قدر ابتر ہے، زیادہ بہتر، وسیع اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زیادہ دیانت دارانہ اور غیر متعصّبانہ تجزیہ کی ضرورت ہے۔ گذشتہ چار برسوں میں روا رہنے والی سب سے پریشان کن بات شاید خراب اور غیر واضح اقتصادی انصرام کاری اور معاشی ٹیم کی ایسی ہی قیادت رہی ہے۔ بصیرت کے فقدان اور پاکستان کے مسلسل اور سنگین و بڑھتے ہوئے معاشی مسائل کے حل کیلئے ضروری حکمت عملی سے متعلق کوئی واضح تصور کا نہ ہونا دراصل وزارت خزانہ اور پلاننگ کمیشن کی قیادت کا منفی ترین پہلو رہا ہے۔ پاکستان کی معاشی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے ایک وابستہ اور زیادہ اہل قیادت کا ہونا اہم تھا اور شاید یہ حکومت پاکستان کی سب سے بڑی ناکامی رہی۔

جہاں یہ بات واضح ہے کہ معیشت کی مجموعی صورتحال یقیناً 'خراب ترین' نہیں ہے وہیں معاشی ٹیم اور اس کی قیادت سے متعلق یہ بات اتنے وثوق سے نہیں کہی جا سکتی۔ اس خیال کی توثیق جون 2012ء میں حکومت کی طرف سے اعلان کئے گئے گذشتہ بجٹ کے تجزیہ میں بھی کی گئی ہے۔

حالیہ بجٹ کے حوالہ سے عمومی اور زیادہ درست تنقید یہ سامنے آئی ہے کہ اس میں کچھ بھی نہیں یہ غیر تخیلاتی اور غیر تخلیقی ہے اور اس میں ایسے معاشی اقدامات کو نظر انداز کیا گیا جن کا اُٹھایا جانا ضروری تھا۔ مگر یہ سب حکومت کی معاشی پالیسی کی بھی عکاسی ہے۔ اس حوالہ سے یہ معاشی ٹیم کی طرف سے معاشی اصلاحات سے متعلق تخلیقی ہونے یا وابستگی کا حامل ہونے کے فقدان کا ایک حقیقی تسلسل ہے۔

یہ حقیقت کہ اس سال بجٹ میں حیران کُن چیزیں شامل نہیں۔ اس حکومت کی طرف سے پیش کئے گئے گذشتہ بجٹوں پر آنے والے ردعمل پہلے جیسا ہی ہے۔ پانچ برسوں کے دوران جس میں یہ پہلا بجٹ بھی شامل ہے جب پاکستان مسلم لیگ (ن) بدستور پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ حکومت میں شامل تھی' سمیت ہر بجٹ میں ان ضروری اقدامات کو نظر انداز کیا گیا۔

جہاں گذشتہ چند برسوں کے دوران پاکستان کی معیشت کے اصل، پوشیدہ اور غیر رسمی شعبوں نے اپنے آپ کو برقرار ہی نہیں رکھا بلکہ شاید کافی ترقی بھی کی وہیں اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ حکومتی مالیات اور مالیاتی معیشت زبوں حالی کی شکار ہوئی ہے۔ اس کی چند متعلقہ اور واضح وجوہات ہیں مگر حکومت کی پالیسی کے حوالہ سے سرد مہری شاید ان میں سرفہرست کہی جا سکتی ہے۔

اس حکومت کو کئی قابل ستائش کامیابیوں کے حوالہ سے یاد رکھا جائے گا مگر یقینی طور پر اقتصادی انصرام کاری ان میں شامل نہیں ہے۔ بجٹ میں ضروری اقدامات نہ کرنے کی وجہ سے یہ واضح ہے کہ وہ اعداد و شمار جو حکومت کے لئے اہم ہیں وہ مزید خرابی سے دوچار ہوں گے۔ تاہم اس سے یہ معنٰی اخذ نہیں کئے جا سکتے کہ اس کے نتیجہ میں پاکستان کی مجموعی معیشت بھی زبوں حالی کی شکار ہو گی تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اصل معیشت سے لوگوں کی زندگیاں استوار رہنے کے باوجود اس میں کوئی ٹھوس بہتری آئے گی۔

کلیدی مسائل اور کیا کرنے کی ضرورت ہے

یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی معیشت کے حالات اتنے برے نہیں جتنے کہ بعض معیشت دان قرار دے رہے ہیں اور یہ بھی کہ غیر رسمی شعبہ اور بیرون ملک سے آنے والی ترسیلات پاکستان کی معیشت کو 'سیفٹی نیٹ' بہم پہنچاتے ہیں وہیں اس سے اس حقیقت سے پہلو تہی نہیں کی جا سکتی کہ گذشتہ چند برسوں میں بیشتر پاکستانیوں کے معیار زندگی میں بہتری نہیں آئی۔ اس کے اہم عوامل میں گذشتہ 50 مہینوں کے دوران مسلسل دوہرے ہندسوں میں رہنے والی افراط زر کی شرح، روزگار کے نئے مواقع نہ ہونا اور توانائی کا بحران شامل ہے جو ایک تعیش نہیں بلکہ اب ہر طرح کی اقتصادی سرگرمیوں کے لئے ایک بنیادی ضرورت ہے۔ معیشت اور اس کے ڈھانچوں میں تبدیلی اور توانائی کی دستیابی ملازمتوں کے مواقع اور خود معیشت کے لئے کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ کئی تجزیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پاکستان میں توانائی کا مسئلہ حل ہو جائے تو شرح نمو میں 2 سے 4 فیصد کا اضافہ ہو جائے گا۔

جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا معاشی ماحول میں بڑا فقدان موجودہ حکومت کی جانب سے پالیسی اور اقدام اُٹھانے سے متعلق ہے۔ معیشت پر جہاں کئی کلیدی عوامل اثر انداز ہوئے جیسا کہ عالمی کساد بازاری، توانائی کی بڑھتی ہوئی قیمتیں اور پاکستان میں امن و امان کی صورتحال وغیرہ مگر خراب اقتصادی انصرام کاری کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کی معیشت کا یہ پہلو شاید کمزور ترین ہے۔

حکومت کو جو کام کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ ایسے ماہرین معاشیات اور پالیسی سازوں کی ٹیم تیار کی جائے جو اچھی ساکھ کے حامل ہوں اور صحیح سمت دینے اور اس جانب رہنمائی کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

موجودہ معاشی ٹیم میں لگن اور جذبہ کا فقدان ہے۔ ہم نے موجودہ حکومت کے عہد میں بھی ملاحظہ کیا ہے کہ ایسے فعال افراد سامنے آئے جنہوں نے کم از کم تبدیلی لانے کی کاوشیں ضرور کیں۔ یہ حقیقت کہ وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے ان رکاوٹوں اور بندشوں کی عکاسی جن کا انہیں سامنا کرنا پڑا تاہم کچھ بھی ہو لگن اور وابستگی کی بدولت اقدامات اُٹھائے جا سکتے ہیں۔ یہ برسر اقتدار آنے والی ہر حکومت کی کم سے کم ضرورت ہے۔

اس حوالے سے کہ اقتصادی پالیسی کو کس چیز پر مرکوز ہونا چاہیے کا جائزہ لینے پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ چند شعبے جو اہم ہیں ان میں توانائی، سرمایہ کاری اور ٹیکسوں کا نظام شامل ہے۔ معاملہ چاہے زیر گردش قرضوں کا ہو یا بجلی کی درآمد کا یہ معاملہ ہر حکومت کی معاشی پالیسی میں سرفہرست ہونا چاہیے۔ پاکستان میں سرمایہ کاری کی شرح اگر نچلی ترین سطح پر نہ بھی کہی جائے تو یہ گذشتہ کئی دہائیوں میں کم تر سطح پر ہے۔

توانائی کا بحران سرمایہ کاری میں آنے والی کمی کی ایک وجہ ہے مگر اس کے ساتھ ہی اقتصادی ٹیم کا تاثر بھی اس کی ایک وجہ ہے جو زیادہ بہتر نہیں ہے۔ سرمایہ کاری میں اضافہ تب کیا جا سکتا ہے اگر سرمایہ کار یہ محسوس کریں کہ اقتصادی انصرام کاروں کی طرف سے معیشت کو کوئی سمت دی جا رہی ہے۔ پاکستان میں گذشتہ ایک عشرہ میں مالیاتی خسارہ اور قرضوں کی صورتحال میں ابتری آئی ہے جس کی ایک وجہ جی ڈی پی کے حساب سے ٹیکسوں کی شرح میں آنے والی کمی ہے۔ گذشتہ کئی حکومتوں کی طرح یہ حکومت بھی امیروں سے زیادہ ٹیکس وصول کرنے میں ناکام رہی ہے۔

محض ایک فیصد پاکستانی آمدنی ٹیکس ادا کرتے ہیں اور اس بات کے شواہد بڑھ رہے ہیں کہ زیادہ تر متمول لوگ اور اشرافیہ کوئی ٹیکس ادا نہیں کرتی۔ اس میں اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز افراد بھی شامل ہیں۔ جب تک پاکستان کی ٹیکسوں سے متعلق صورتحال میں بہتری نہیں آتی تب تک وہ کئی مشکلات جن کی نشاندہی کی گئی ہے باقی رہیں گی۔

موجودہ صورتحال میں سول سوسائٹی کو کیا کرنا چاہیے؟

ایسی صورت حال جہاں تنقید پر مبنی آواز اُٹھانے اور متبادل تجاویز پیش کرنے کی جمہوری فضاء موجود ہو وہاں سیاسی دباؤ اور سیاسی اقدام کلیدی ہوتے ہیں۔ سول سوسائٹی کو کلیدی معاشی معاملات خصوصاً افراط زر، روزگار اور توانائی کے بحران سے نمٹنے میں حکومت کی ناکامی کی نشاندہی کرنی چاہیے اور ان مسائل سے نمٹنے کے لئے بروقت پالیسی اختیار کرنے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے۔

اگر یہ خیال کیا جائے کہ پاکستان کے زیادہ تر معاشی مسائل ڈھانچہ جاتی نوعیت کے نہیں اور ان سے بہتر انتظام، اصلاحات اور انتظامی اُمور کے ذریعہ نمٹا جا سکتا ہے تو پھر اس کی نشاندہی کے لئے سول سوسائٹی کو متحرک کردار ادا کرنا چاہیے۔ سول سوسائٹی کو شہریوں کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے منتخب نمائندوں پر تمام پاکستانیوں کے معاشی حالات بہتر بنانے کے لئے دباؤ ڈال سکیں۔

——— 'مضمون نگار ایک معیشت دان اور ترقیاتی شعبہ کے ماہر ہیں'

خواتین ارکان اسمبلی کے لئے صنفی حوالے سے اثر پذیر بجٹ کا ابہام ختم کرنا

تحریر: عفت آراء

پرنسپل اکانومسٹ، سپیشل پالیسی

اینڈ ڈویلپمنٹ سینٹر (SPDC)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بجٹ ایک معمول کی دستاویز ہے جس کے روزمرہ اُمور پر کوئی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ حقیقت میں بجٹ حکومت کی سب سے اہم پالیسی دستاویز ہوتی ہے جو تمام آبادی کو مرئی یا غیر مرئی انداز سے متاثر کرتی ہے۔ بجٹ چونکہ سال میں ایک بار پیش کیا جاتا ہے لہٰذا یہ مختلف طریقوں سے سال بھر قیمتوں اور معیشت پر مشتمل دوسری چیزوں پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔

بجٹ آنے والے سال کے لئے حکومت کی وضع کردہ پالیسیوں کی عکاسی کرتا ہے اور آئندہ سال کے لئے اس کی یقین دہانیوں کو عملی شکل دینے کے حوالہ سے اس کی سنجیدگی کا بھی مظہر ہوتا ہے۔ حکومتیں اکثر لوگوں کی بہتری کے لئے کام کی بڑی یقین دہانیاں کراتی ہیں تاہم حقیقی اقدام وہی ہوتے ہیں جن کے ساتھ اس حوالہ سے عملی قدم کے ساتھ ساتھ مناسب رقوم بھی مختص کی جاتی ہیں۔ یہ مضمون صنفی اعتبار سے بجٹ کے تصور کو بطور مثال پیش کرنے اور بجٹ کے صنفی اثرات کو واضح کرنے کی ایک کاوش ہے۔

بجٹ کیا ہوتا ہے؟

بجٹ حکومت کا سب سے اہم پالیسی بیان ہے اور وضع کی گئی قومی اور صوبائی پالیسیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ غیر ترقیاتی اخراجات (حکومت کے معمول کے اخراجات) اور ترقیاتی سکیموں / پروگراموں پر خرچ کرنے کے لئے رکھی گئی رقوم کو ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر یہ صنفی اعتبار سے پالیسی کا غیر جانبدار ذریعہ معلوم ہوتا ہے تاہم یہ خواتین، مرد، لڑکیوں اور لڑکوں پر مختلف طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔

بجٹ میں صنف کس لئے؟

بجٹ میں صنفی اعتباریت لانے کا مقصد اس امر کو یقینی بنانا ہے کہ بجٹ اور اس سے وابستہ معاشی پالیسیاں خواتین اور مردوں، لڑکوں اور لڑکیوں کی ضروریات کی یکساں طور پر تکمیل اور ان کے مابین سماجی اور معاشی تفاوت کو دور کرنے کی کاوش پر مبنی ہے۔

صنفی اثر پذیریت کا حامل بجٹ کیا ہوتا ہے؟

صنفی اثر پذیریت کا حامل بجٹ (جنڈر ریسپانسو بجٹ) عورتوں کے لئے کوئی الگ بجٹ نہیں ہے۔ اسی طرح یہ کوئی ایسا بجٹ بھی نہیں جس میں مختص کی جانے والی 50 فیصد رقوم عورتوں اور 50 فیصد مردوں کے لئے وقف ہوں۔ درحقیقت یہ ایک ایسا بجٹ ہے جو ثقافتی اقدار اور معاشرہ کی طرف سے افراد کے لئے متعین کئے گئے کرداروں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وضع کیا جائے۔ یہ بجٹ ہی (بڑی حد تک) عورتوں کے معاشرے میں اور معیشت میں حصہ ڈالنے کے مختلف طریقوں کی نشاندہی کرتا ہے جن کے تحت وہ ملک کے لوگوں کی بغیر کسی اجرت کے خدمت اور دیکھ بھال کرتی ہیں۔

اس بجٹ کو عورتوں، مردوں، لڑکیوں اور لڑکوں کی ضروریات کے تناظر میں تیار کیا جاتا ہے تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جا سکے کہ معاشرے کے مختلف گروپوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے مفادات کو ملحوظ خاطر رکھا جا رہا ہے۔ یہ کسی بھی سرکاری اخراجات کے لئے رقم مختص کرتے ہوئے یا سرکاری رقم کے حصول کے طریقوں میں صنفی اعتباریت سے تجزیہ کرتا ہے۔ مزید برآں، یہ حکومت کی طرف سے صنف کو مرکزی دھارے میں لانے سے وابستگی کو عملی طور پر پرکھنے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ صنفی اعتباریت کا حامل بجٹ ایک ضرورت ہے کیونکہ معاشرے میں صنفی ناہمواریوں

بقیہ صفحہ 3 پر

خواتین ارکان اسمبلی کے لئے صنفی حوالے سے اثر پذیر بجٹ کا ابہام ختم کرنا

بقیہ صفحہ 2 سے

کے موجودہ رجحانات کی وجہ سے یہ عورتوں اور مردوں پر مختلف طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔عورتیں خصوصیت سے خاندانی اُمور سے متعلق کسی اُجرت یا معاوضہ کے بغیر کام کرتی ہیں۔بغیر ادائیگی کی معیشت اور ادائیگی کے ساتھ معیشت کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے یہاں اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ صنفی اہداف یا خصوصیت کے ساتھ بجٹ اور صنفی اعتباریت یا حساسیت کے حامل بجٹ میں فرق ہے۔اول الذکر سے مراد مردوں اور خواتین کے لئے الگ الگ بجٹ جبکہ موخر الذکر سے مراد ایک ایسا بجٹ ہے جو صنفی معاملات یا ناہمواریوں کو ملحوظ رکھتا ہے۔صنفی اہدافیت پر مبنی بجٹ ضروری نہیں کہ صنفی اعتباریت و حساسیت کا حامل بھی ہو۔

صنفی تناظر میں بجٹ کا جائزہ

عمومی طور پر بجٹ کا صنفی اعتبار سے جائزہ لینے اور اس کی تیاری کے لئے پانچ اقدامات کئے جاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ بجٹ سے متعلق کوئی بھی رقم مختص کرنے سے قبل متعلقہ علاقہ یا سیکٹر کی موجودہ صورتحال کا بیان اہم ہے۔ پرائمری سکولوں کے حوالہ سے معاملہ کا جائزہ لیتے وقت ان عوامل کو تلاش کرنا ضروری ہے جو لڑکیوں کے سکول جانے کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ جائزہ لینا کہ آیا لڑکیوں کو سکول جانے میں سہولت دینے کے لئے مخلوط سکولوں کی ضرورت ہے یا لڑکیوں اور لڑکوں کے علیحدہ سکولوں کی ضرورت ہے وغیرہ۔

دوسرے یہ کہ اس امر کو یقینی بنانا کہ پرائمری سکولوں کی تعمیر کی پالیسیاں صنفی حساسیت کی حامل ہیں۔ پہلے مرحلہ میں تجزیہ کیا گیا ہر علاقہ کی صورتحال کے مطابق تصدیق کی ضرورت ہوتی ہے۔تیسرا مرحلہ اس امر کی تصدیق ہے کہ صنفی حساسیت کی پالیسی پر عمل درآمد کے لئے مطلوبہ بجٹ مختص شدہ ہے۔چوتھا، اس امر کا جائزہ اہم ہے کہ کئے جانے والے اخراجات بنائے گئے منصوبہ کی مطابقت سے ہیں۔پانچواں اقدام پالیسی اور کئے گئے اخراجات کے نتائج سے اخذ کئے جانے والے اثرات کا تجزیہ ہے۔

صنفی اثر پذیریت کے حامل بجٹ کے فوائد

دیگر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے تجربات صنفی اعتباریت کے حامل بجٹ کے کئی فوائد ظاہر کرتے ہیں۔ان میں سے چند فوائد ذیل میں پیش کئے گئے ہیں:

☆ **سماجی، معاشی صنفی ناہمواریوں میں کمی:** صنفی اعتباریت کا حامل بجٹ چونکہ علاقوں کو ہدف بناتا ہے اس لئے اس سے معاشرہ میں سماجی و معاشی ناہمواریوں میں کمی آتی ہے۔یہ بجٹ صورتحال کا تجزیہ کرنے کی بدولت وہ عوامل تلاش کرتا ہے جو صنفی ناہمواری پیدا کرتے ہیں اور پھر بجٹ میں مختص رقوم کے ذریعہ ان ناہمواریوں سے نمٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر پرائمری تعلیم میں ناہمواریوں کو دور کرنے کے لئے علاقہ پر مبنی خصوصی پالیسی کی ضرورت ہے۔پاکستان میں تقریباً ہر تعلیمی حکمت عملی پرائمری تعلیم میں سرمایہ لگانے کا عہد کرتی ہے۔ اس کے باوجود سکولوں میں لڑکیوں کے داخلوں کی شرح لڑکوں کے مقابلہ میں کم رہی ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکولوں کی تعمیر وہ واحد اقدام نہیں جس سے لڑکیوں کے داخلوں کی شرح میں اضافہ ہوسکتا ہے۔دوسرے عوامل بھی موجود ہیں جو لڑکیوں کے سکولوں میں داخلہ کی راہ میں رکاوٹ ہیں مثلاً غربت،ثقافتی معاملات اور تعلیم کا معیار وغیرہ۔اس مسئلہ پر قابو پانے کے لئے تحقیق،طلب کی جانب کے مسائل پر توجہ مبذول کرنے اور بجٹ میں وسائل مختص کرنے کی ضرورت ہے۔مثال کے طور پر لڑکیوں کے سکول کی تعمیر کے لئے مناسب مقام کا انتخاب، ان کے لئے تربیت یافتہ خواتین اساتذہ کی فراہمی،لڑکیوں کے لئے الگ بیت الخلاء اور خوراک کی فراہمی زیادہ مقدار میں لڑکیوں کے سکول آنے میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔مختلف اقدامات جیسا کہ مفت تعلیم،مفت درسی کتب اور وظائف وغیرہ خصوصاً غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والی آبادی میں اور شعور میں اضافہ کے لئے رقوم مختص کرنے کے مثبت اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

☆ **پالیسی اور اخراجات کی کارگذاری میں بہتری:** وسائل کو ہدف جاتی بنانے اور مختص کرنے کے عمل میں آنے والی بہتری اسی مناسبت سے اخراجات میں موثریت لانے کا باعث بنتی ہے۔نتیجہ میں مطلوبہ نتائج معقولیت سے ہونے والے اخراجات اور غیر منصوبہ بندی والے فنڈز کے ضیاع کو روکنے پر قابو پانے سے قابل حصول ہو جاتے ہیں۔اسکے نتیجہ میں حکومت کی طرف سے اختیار کی گئی پالیسیوں اور کئے جانے والے اخراجات کی بہتر کارگذاری سامنے آتی ہے۔

☆ **شفافیت اور جوابدہی میں بہتری:** صورت حال کے تجزیہ میں اکثر سول سوسائٹی کی تنظیمیں،مقامی آبادی اور دوسرے متعلقہ لوگ شامل ہوتے ہیں۔اس کے نتیجہ میں تمام متعلقہ لوگ ترقیاتی پروگراموں کی منصوبہ بندی اور ان پر عمل درآمد کے لئے مختص فنڈز سے آگاہ ہوتے ہیں۔اس طرح تمام عمل شفافیت کا حامل رہے گا اور متعلقہ لوگوں کے باخبر ہونے کی وجہ سے وہ عدم ادائیگی کی صورت میں حکومت سے سوال کر سکتے ہیں۔نتیجہ میں حکومت ان چیزوں کے لئے جواب دہ ہوگی جن کی تکمیل کا اس نے وعدہ کیا مگر اس پر عمل نہ ہوسکا۔آراء کے اظہار سے نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

☆ **سول سوسائٹی سے تعلقات کا فروغ اور بہتر ترقیاتی اثر:** حکومت کی طرف سے تمام متعلقہ لوگوں کو شامل کرنے کی شراکتی سوچ ترقیاتی ضرورتوں کو اُجاگر کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔اس سے نہ صرف سرکاری و نجی شراکت کو تقویت حاصل ہوگی بلکہ اس سے ترقیاتی منصوبوں اور سکیموں کو بھی زیادہ موثر بنایا جاسکے گا۔

صنفی اثر پذیری کا حامل بجٹ: خواتین اراکین پارلیمنٹ کے لئے مواقع

خواتین قانون سازوں یا ارکان اسمبلی کو بنیادی طور پر صنفی اثر پذیر بجٹ (جینڈر ریسپانسو بجٹ۔جی آر بی) کے تحت تین پہلوؤں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔جن میں ابتدائی سوچ کو آگے بڑھانا، پالیسیوں اور بجٹ کے ساتھ صنفی روابط کی تیاری اور صنفی بجٹ پر مشتمل بیان کرنا۔

ابتدائی سوچ

ابتدائی سوچ چار مراحل پر مشتمل ہے: تحقیق کا جائزہ، پارلیمانی مباحثوں میں صنف سے متعلق معاملات لے کر آنا، صنفی نقطہ نظر سے بجٹ کی مانیٹرنگ اور صنفی مطابقت کے حامل بجٹ کے لئے وکالتی کاوشیں شامل ہیں۔تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان میں تعلیم پر ہونے والے اخراجات زیادہ تر معاشرے کے عورت طبقہ کے مقابلہ میں مرد طبقہ کو زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں اور عورتوں میں سے کئی سرکاری طور پر فراہم کی جانے والی تعلیم کی سہولتوں سے مستفید نہیں ہو پاتیں۔

ایسی تحقیق کو مبنی بر ہدف اور پارلیمنٹ میں زیر بحث لایا جانا چاہیے،قانون سازوں کو بجٹ کا صنفی نقطہ نظر سے جائزہ لینے کے ذریعہ بھی صنفی ناہمواریوں سے نمٹنے جیسے معاملات کو زیر بحث لانے کی ضرورت ہے۔ایسا ممکن ہے کہ ایسی بحثیں اور پالیسی گفتگو شروع میں اَن سنی رہ جائیں تاہم درمیانی اور طویل مدتی طور پر صنفی اعتباریت کے حامل بجٹ کی وکالت سے مطلوبہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

کلیدی حکومتی پالیسیوں اور بجٹ کے ساتھ صنفی تعلق

حکومت پاکستان کے پاس دو اہم پالیسی دستاویزات ہیں جن میں سے ایک پاورٹی ری ڈکشن سٹریٹیجی پیپر (پی آر ایس پی) اور دوسری میلینئم ڈویلپمنٹ گولز (MDGs) ہیں۔اول الذکر ضرورت مند ترین اور ترجیح کے حامل شعبوں پر توجہ مرکوز کرتی ہے جبکہ موخر الذکر (یہ پاکستان کی طرف سے کرائی جانے والی ایک بین الاقوامی یقین دہانی ہے جس پر پاکستان نے دستخط کر رکھے ہیں) صنفی برابری کے مقاصد کو ہدف بناتی ہے جن میں آفاقی پرائمری تعلیم، زچہ و بچہ کی شرح اموات اور خواتین کی سیاسی عمل میں شرکت بھی شامل ہے۔

اسی طرح دو پالیسی دستاویزات جو'سالانہ بجٹ' اور'میڈیم ٹرم بجٹ فریم ورک(MTBF)' کے نام سے موجود ہیں جو حکومت کی طرف سے کی گئی یقین دہانیوں پر عمل درآمد کے لئے رقوم مختص کئے جانے والے وسائل کی تفصیل پیش کرتی ہیں۔سالانہ بجٹ ایک سال کے عرصہ میں نافذ کی جانے والی دستاویز ہے جو زیادہ تر درجہ بندیوں میں اضافہ شدہ تبدیلیوں کو پیش کرتی ہے۔ مثال کے طور پر اس میں افراط زر اور ملازمین کی تعداد کے اضافہ کے حساب سے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کی مد میں اضافہ کیا جاتا ہے۔بجٹ دستاویز میں مختص کی جانے والی رقوم کی صنفی حوالہ سے تقسیم کی وضاحت نہیں کی جاتی۔ بعض ترقیاتی پروگراموں کے حوالہ سے جمع وتفریق کے عمل سے انہیں صنفی طور پر الگ کر کے دیکھا جاسکتا ہے مگر بیشتر شعبوں میں مختص ہونے والی تمام رقوم کو صنفی اعتبار سے الگ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔اس کے برعکس (ایم ٹی بی ایف) تین سال پر مشتمل منصوبہ بندی اور رقوم مختص کئے جانے کا عمل ہے۔یہ ہر پروگرام اور سکیم کو اسی کے مقاصد اور نتائج کے حوالہ سے ظاہر کرتی ہے۔ان دستاویزات کو تیار کرتے ہوئے حکومت دو پہلوؤں کو ملحوظ خاطر رکھتی ہے جن میں شعبہ جاتی ترجیحات/ضروریات اور بین الاقوامی یقین دہانیاں شامل ہیں۔ ہر وزارت اور شعبہ کی چونکہ اپنی پالیسیاں اور ترجیحات ہوتی ہیں لہٰذا وزارت خزانہ تمام وزارتوں اور متعلقہ شعبوں سے بجٹ سازی سے قبل بذریعہ سرکلر تجاویز طلب کرتی ہے۔صنفی اعتبار سے بجٹ کی بات کی جائے تو وزارت انسانی حقوق اور شعبہ ہائے ترقی نسواں کو عورتوں کی ضرورت پر توجہ مبذول کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

چونکہ (ایم ٹی بی ایف) وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ کسی خاص مد میں اخراجات کیوں کئے جاتے ہیں اور ان اخراجات کے نتیجہ میں کیا حاصل کیا گیا اور چونکہ یہ تین سالہ فریم ورک ہوتا ہے لہٰذا صنفی اعتبار سے ترجیح شدہ ضروریات کے لئے رقوم مختص کرنے کے معاملہ سے نمٹنے کی کافی گنجائش موجود ہوتی ہے۔

صنفی بجٹ بیان

صنفی بجٹ بیان (جینڈر بیسڈ سٹیٹمنٹ۔جی بی آئس) ایک ایسی دستاویز ہے جو ایسے پروگرام پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے حکومتی بجٹ سے صنفی اعتباریت کی حامل معلومات کی وضاحت کرتی ہے جنہیں بڑی رقوم بہم پہنچائی گئی ہوں اور وہ صنفی برابری کے لئے اہم ہوں۔(جی بی آر) جواب دہی کے حوالہ سے ایک ایسا ذریعہ ہے جسے حکومت اس ضمن میں معلومات بہم پہنچاتی ہے کہ صنفی برابری کی جانب پیشرفت کے لئے اس نے بجٹ کو کس انداز سے استعمال کیا۔

یہ دستاویز مختلف شعبوں کی طرف سے بجٹ کے حصول کے عمل اور سالانہ سرکلر کے جواب میں دیئے گئے مختلف پروگراموں کے لئے وسائل مختص کئے جانے کا احاطہ کرتی ہے۔لہٰذا (جی بی آئس) کو پالیسیوں کی ترجیح بندی یا بجٹ کے عمل کا حصہ ہونے کی بجائے پالیسیوں اور بجٹ کو حتمی شکل ملنے کے بعد تیار کیا جاتا ہے۔تاہم صنفی اعتباریت کے حامل بجٹ کے حوالہ سے سرکاری حکام، اراکین پارلیمنٹ اور سول سوسائٹی کے کردار پر روشنی ڈالے جانے کا عمل آئندہ مالی سال کے لئے ترجیحات میں تبدیلیوں کا باعث بن سکتا ہے۔

صنفی برابری کے حوالے سے حکومت پاکستان کے مجموعی مقاصد کا موازنہ کرنے کے باعث یہ جواب دہی کا ایک ذریعہ ہے جیسا کہ (پی آر ایس پی) اور (ایم ٹی ڈی ایف) میں دکھایا گیا ہے کہ کوئی پالیسی یا پروگرام رقم کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔لہٰذا (جی بی آئس) کام کے کئے جانے کے بارے میں حکومت کے ارادے کو ظاہر کرتی ہے اور اسے اس امر کے تعین کے لئے موثر ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے کہ آیا سرکاری اخراجات اور محصولات کی وصولی میں صنفی برابری سے متعلق حکومتی یقین دہانیوں کا اظہار ہو رہا ہے یا نہیں۔اسی طرح یہ حکومت کو صنفی برابری کے لئے اس کی بین الاقوامی یقین دہانیوں کو پورا کرنے کے لئے بھی جواب دہ بناتی ہے۔

قانون ساز اداروں کی خواتین اراکین صنفی حساسیت پر مبنی قوانین اور پالیسیوں کے علاوہ صنفی برابری کے فروغ اور امتیاز کے خاتمہ کے لئے علاقائی اور بین الاقوامی معاہدوں پر عمل درآمد کا صنفی زاویہ نگاہ سے جائزہ لے سکتی ہیں۔ چونکہ پارلیمنٹ کا زیادہ تر اہم کام مختلف کمیٹیوں کی تشکیل کے ذریعہ کیا جاتا ہے اس لئے قانون ساز اداروں کی خواتین اور مرد اراکین دونوں ہی ان کمیٹیوں میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں مثلاً ہر وزارت کی متعلقہ پالیسیوں میں صنف سے متعلق معاملات پر توجہ مبذول کرتے ہوئے اور صنفی معاملات کو سامنے لانے کے علاوہ زراعت، تعلیم، صحت اور بہبود آبادی جیسے شعبوں کے بجٹ میں صنفی اہداف پر مبنی مخصوص رقوم پر گفتگو کرتے ہوئے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

عورتوں کے مسائل سیاسی جماعتوں کے منشور میں لازماً شامل کئے جائیں

گذشتہ عشرے میں عورتوں کی بااختیاری کی جدوجہد نے کئی اہم سنگ میل عبور کئے اوراس مقصد کا حصول کثیرالجہتی حکمت عملی کے ذریعہ ممکن ہوا۔اس حکمت عملی کا ایک حصہ سیاسی جماعتوں تک رسائی حاصل کرنا اورعورتوں کی بااختیاری کے حوالہ سے ان کے منشور میں بہتری لانے کی وکالت پرمبنی تھا۔عورت فاؤنڈیشن نے سول سوسائٹی کے ساتھ مل کرگذشتہ دوعام انتخابات کے دوران اس بارے میں سرگرم مہم چلائی۔

ایسے وقت میں جب آئندہ عام انتخابات قریب آ رہے ہیں عورت فاؤنڈیشن سیاسی جماعتوں کے منشوروں میں عورتوں کے حقوق کی شمولیت اورانہیں ترجیح بنانے کا عمل جاری رکھے ہوئے ہے۔اس حوالہ سے چاروں صوبوں (پنجاب، خیبرپختونخوا، سندھ اور بلوچستان) میں مختلف حلقوں سے چھوٹے گروپ اجلاسوں کا سلسلہ منعقد کرنے کے بعد 'سیاسی جماعتوں کے منشور۔خواتین کی بااختیاری کے لئے تجاویز' کے عنوان سے 26اور27جون 2012ءکودوروزہ قومی مشاورت کا انعقاد کیا گیا۔تقریب کے شرکاء میں سول سوسائٹی کے نمائندے اور چاروں صوبوں سے تمام بڑی سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والی قانون سازاداروں کی خواتین اراکین شامل تھیں۔اس موقع پرسول سوسائٹی کی جانب سے مطالبہ کیا گیا کہ تمام سیاسی جماعتیں اپنے منشوروں میں خواتین کے مخصوص مسائل اورعورتوں کی بااختیاری کا ایجنڈا شامل کریں۔تمام سیاسی جماعتوں کواپنے منشوروں کے ذریعہ صنف کومرکزی دھارے میں لانے اورعورتوں کے معاملات کی ترجیح یقینی بناتے ہوئے عورتوں اوران کے مسائل سے وابستگی دکھانی چاہیے۔

لیجسلیٹو واچ کے نیوزلیٹرنمبر40میں پیش کئے جانے والاسفارشات کا مسودہ جس میں صرف شہری اورسیاسی حقوق پرتوجہ مرکوزرکھی گئی اور یہ عورت فاؤنڈیشن کی مطبوعہ 'خواتین کی بااختیاری کے لئے تجاویز' کے علاوہ ویمن ایکشن فورم، قومی کمیشن برائے مقام نسواں اورجنڈر ریفارم ایکشن پلان (کمال ایس، جنڈر ریفارم ایکشن پلان(GRAP) والیم ۔I، مسودہ برائے وفاقی کابینہ، وزارت ترقی نسواں، سماجی بہبوداورخصوصی تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد جون 2004ء) سے لی گئی سفارشات کا مجموعہ ہے۔

سیاسی جماعتوں کے منشور برائے 2012 کے لئے سفارشات

ریاست اورریاستی اداروں کی جانب سے امتیازی سلوک روارکھنے کے لئے مذہب کے استعمال پر پابندی

مذہب، مذہبی جذبات اور رسوم کا اکثر غلط اورناجائز استعمال کی وجہ سے نتیجہ اس کے استحصال کی صورت میں نکلتا ہے۔ مذہب کا استعمال ان لوگوں کی طرف سے اپنا تسلط اور بالادستی قائم رکھنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جواپنے اقتدار کوخطرے میں محسوس کرتے ہیں۔حکومت اورریاست کی طرف سے مذہب کے ناجائز استعمال پر پابندی کے لئے ہم درج ذیل اقدام ضروری خیال کرتے ہیں:

1) ریاست کی طرف سے اختیار کی گئی پالیسیوں اور کارہائے حکومت کو بہرصورت مذہب کے استعمال اورنتیجہ میں اس کے استحصال کے بغیر سرانجام دیا جائے۔
2) ماسوائے ریاست کے قانونی اداروں کےکسی فرد یافورم کورواج یامذہب کے نام پرسزادینے کا حق یااختیار حاصل نہیں ہے۔

ریاست کی جانب سے موثر حکمرانی اورعورتوں کے تحفظ کے لئے خصوصی اقدامات

ریاست اور اداروں کوصحیح جمہوری انداز اورعورتوں کے خلاف امتیاز برتے بغیر حکومت کے درست ضابطوں کے ذریعے قانون کی عمل داری یقینی بنانے کے لئے ہم درج ذیل اقدامات ضروری خیال کرتے ہیں:

1) 18 ویں ترمیم کے نتیجے میں ہونے والی عدم مرکزیت کے بعدصوبوں کے اختیارات کی واضح متعین حدود، عبوری عرصہ میں مالیاتی معاونت اورکسی ابہام کی صورت میں جلد فیصلے کئے جائیں۔
2) تمام صوبوں میں مقامی حکومت کا نظام عبوری طور پر بحال کیا جائے اور جماعتی بنیادوں پرفوری انتخابات کراتے ہوئے اقلیتوں، کسانوں اورمحنت کشوں کی مناسب نمائندگی کےعلاوہ عورتوں کیلئے 33 فیصد مخصوص نشستوں کویقینی بنایا جائے۔
3) حکومت کے تمام اداروں اورشعبوں بشمول بجٹ کی منصوبہ بندی اوروسائل مختص کرنے کی وجوہات سے متعلق شفافیت، نگرانی اور جواب دہی کو یقینی بنایا جائے۔عوام کے لئے معلومات کاحصول اوردستیابی آسان بنائی جائے۔
4) صوبائی کمیشن برائے وقارنسواں تمام صوبوں بشمول گلگت بلتستان، کشمیراورفاٹا میں قائم کئے جائیں اورانہیں فوری طور پرفعال کیا جائے۔
5) قومی منصوبہ برائے عمل(NPA) پرنظرثانی ضروری ہے کیونکہ 18 ویں ترمیم کے بعد یہ ختم ہوگیا ہے۔عورتوں کے معاملات کی بنیادی اور ہمہ گیر نوعیت جیسا کہ آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 25 میں تسلیم کیا گیا ہے کی رو سے ایک قومی موضوع قرار دیا جائے اورعورتوں کے تحفظ اور بااختیاری کے لئے یکساں خصوصی اقدامات یقینی بنانے کے لئے قومی منصوبہ برائے عمل پربطورقومی دستاویز کےنظرثانی کی جائے۔

خواتین پولیس پرتوجہ دینا پولیس کا نظام موثر بنانا

تشدد خصوصاً عورتوں کے خلاف تشدد کے واقعات کی بڑھتی ہوئی شرح کومدنظر رکھتے ہوئےضروری ہے کہ پولیس کےادارے کو زیادہ مستحکم، بدعنوانی سے پاک قوت ہونے کے علاوہ ایسی صورتحال سے نمٹنے کا اہل اور تربیت یافتہ بنایا جائے۔اسے ایک موثر قوت بنانے کے لئے ہم درج ذیل اقدامات ضروری سمجھتے ہیں:

1) خواتین پولیس سٹیشنوں کوحقیقی اوراصل اختیارات کے ساتھ تقویت دی جائے اور بااختیار بنایا جائے۔
2) خواتین پولیس فورس کی توسیع، اس میں بہتری لانے اور تربیت بہم پہنچانے کی ضرورت ہے جس میں صنفی حساسیت کی تربیت، تمام پولیس سٹیشنوں میں عورتوں کے سیل قائم کرنے کے علاوہ انہیں تمام یونٹوں بشمول تحقیقات اور فورنسکز (دیوانی اور فوجداری مقدمات کیلئے طبی ماہرین) وغیرہ کا حصہ بنایا جائے۔
3) پولیس کی بھرتیوں میں سیاسی مداخلت کا جزوی خاتمہ ضروری ہے۔
4) پولیس کی طرف سے کئے جانے والے تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات پرتعزیری سزائیں جاری کرتے ہوئے توجہ دی جائے۔
5) پولیس فورس کا جنسی طورپر ہراساں کئے جانے سے متعلق ضابطہ اپنانااورایک تحقیقاتی کمیٹی کا قیام بہرصورت عمل میں لایا جائے۔
6) صنفی جرائم سے متعلق سیل یعنی جنڈر کرائم سیل کی مناسب معاونت کی جائے، سٹاف کوتربیت دی جائے اوراس میں تقرریاں عمل میں لائی جائیں۔
7) پولیس کی طرف سے اخلاقی دراندازی جیسے رجحانات کو عسکریت پسندی کی بنیاد قرار دیتے ہوئے ایسے عمل پر پابندی عائد کی جائے۔

عورتوں کا کوٹہ اوران کی تقرریاں

ریاست کے تمام شعبوں کے علاوہ تمام پیشوں میں عورتوں کی نمائندگی یقینی بنانا ضروری ہے۔اس وقت یہ نمائندگی کافی نہیں اور جو ہے وہ بھی زیادہ ترکوٹہ کی وجہ سے ہے۔اس نمائندگی کویقینی بنانا ضروری ہے۔اس کے لئے ہم درج ذیل اقدام تجویز کرتے ہیں۔

1) تمام سول سروس، حکومتی، نیم حکومتی اداروں اور خودمختار اداروں میں تمام درجہ بندیوں میں عورتوں کے 10 فیصد کوٹہ کویقینی بنایا جائے اورتقرریاں سیاسی یا ذاتی ترغیبات کی بجائے اہلیت کی بنیاد پرکی جائیں۔
2) قومی اور صوبائی اسمبلیوں، سینٹ اور مقامی حکومت میں عورتوں کی مخصوص نشستوں کا تحفظ کیا جائے اور ان کا تناسب 17 فیصد سے بڑھاکر 33 فیصد کیا جائے۔
3) عورتوں کوعدلیہ میں بطورجج ہائی کورٹ اورسپریم کورٹ مقرر کیا جائے اور اسکے علاوہ عدالتوں کے انتظامی عملہ میں بہرصورت تقرریاں کی جائیں۔

عورتیں۔برابر کی شہری کے طور پر

آئین پاکستان 1973ء تمام شہریوں کو برابر قرار دیتا ہے۔تاہم قوانین کا واضح طور پرعورتوں کے خلاف امتیازی ہونا دیکھا جا سکتا ہے۔لہٰذا یہ آئین کی خلاف ورزی اورعورتوں سے امتیاز ہے۔عورتوں کو برابر شہری تسلیم کئے جانے کے لئے ہم درج ذیل اقدامات ضروری سمجھتے ہیں:

1) عورتیں خصوصاً سنگل عورتیں جوگھرانوں کی سربراہ ہوں انکو قومی شناختی کارڈ وغیرہ کے حصول کے لئے برابر کی اہل تصور کئے جانے کی ضرورت ہے۔
2) عورتوں کی بلوغت کی عمرپاکستان کی طرف سےتوثیق کئے جانے والے بین الاقوامی معاہدوں کی مناسبت سے متعین کی جائے۔
3) قانون میں عورتوں کی شہریت کے حقوق پاکستانی عورتوں کے غیرملکی شوہروں کے حوالہ سے مردوں کے برابر ہونا ضروری ہے۔
4) عورتوں کے برابر حقوق کے لئے قانون شہادت میں ترمیم کی جائے۔

عورتوں کی سیاسی عمل میں شرکت

مخصوص نشستوں کی بدولت عورتوں کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کا حصہ ہونے کویقینی بنایا گیا ہے اور دیکھا جا سکتا ہے کہ انہوں نے قابل ستائش کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔اس کے باوجود ان عورتوں کو لاتعلق رکھے جانے اوران کے خلاف امتیاز برتے جانے کا سلسلہ جاری ہے چاہے وہ ان کے فنڈز مہیا نہ کرتے ہوئے کیا جائے یاپھران کی سیاسی جماعت وغیرہ کے فیصلہ سازی کے عمل سے انہیں باہر رکھتے ہوئے کیا جائے۔تمام حکومتی شعبوں میں ہرسطح پراور فیصلہ سازی کے عمل میں موثر شرکت اورنمائندگی کے ذریعے عورتوں کی سیاسی بااختیاری کے لئے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

1) قومی اورصوبائی اسمبلیوں اورسینٹ میں عورتوں کی 33 فیصد مخصوص نشستوں کو حلقہ وارانہ بنیادوں پر براہ راست انتخابات کے ذریعہ پُر کیا جائے۔
2) قومی اسمبلی میں قبائلی علاقوں سے تعلق رکھنے والی عورتوں کے لئے اضافی (موجودہ 12 نشستوں کا ایک تہائی حصہ) نشستیں رکھی جائیں۔
3) سیاسی جماعتیں اپنی عمومی رکنیت کے علاوہ فیصلہ سازی کے اداروں مثلاً صوبائی اورمرکزی مجالس عاملہ، پارلیمانی بورڈز وغیرہ میں عورتوں کو 33 فیصد نمائندگی دینے کی یقین دہانی کرائیں۔
4) سیاسی جماعتیں اپنی جماعت کے اندربھی جمہوریت کویقینی بنائیں اورتمام عہدوں پرانتخابات کرائیں۔
5) سیاسی جماعتیں صوبائی اورقومی اسمبلیوں کے انتخابات میں قابل کامیاب نشستوں پرکم ازکم 15 فیصد ٹکٹ عورتوں کو دیں اور سیاسی جماعتیں انتخابی مہم کے لئے عورت امیدواروں کوفنڈز بہم پہنچائیں۔
6) خواتین ارکان اسمبلی کوان کے استعمال کے لئے حتمی بجٹ دیا جائے جس سے انہیں محروم رکھا گیا۔
7) سیاسی جماعتیں جن کے شعبہ ہائے خواتین موجودنہیں ہیں وہ بہرصورت یہ شعبے قائم کریں ۔ تمام شعبہ ہائے خواتین کوتقویت دی جائے اور بااختیار بنایا جائے۔

عورتیں اورانتخابات

عورتوں کوانتخابات میں ووٹ دینے کا برابر حق حاصل ہے تاہم اکثرانہیں اس حق کے استعمال سے محروم کردیا جاتا ہے۔مزید برآں ان کی شرکت کا ادراک نہیں کیا جاتا جس کی وجہ صنفی طور پر الگ اعدادوشمار کا دستیاب نہ ہونا ہے۔لہٰذا یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ کتنی عورتوں نے درحقیقت اس عمل میں حصہ لیا۔انتخابات میں خواتین کی شرکت یقینی بنانے کے لئے ہم درج ذیل اقدامات تجویز کرتے ہیں:

1) الیکشن کمیشن آف پاکستان اپنے ادارہ میں بطورملازمین عورتوں کو شامل کرے۔
2) الیکشن کمیشن آف پاکستان انتخابات کے دوران ہر پولنگ سٹیشن پر ڈالے گئے ووٹوں کے صنفی طور پر جداگانہ اعدادوشمار بہرصورت حاصل کرے۔

بقیہ صفحہ 5 پر

سیاسی جماعتوں کے منشور برائے 2012 کے لئے سفارشات

بقیہ صفحہ 4 سے

3) الیکشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے ایسے حلقوں میں انتخابات کو کالعدم قرار دیا جائے جہاں عورتوں کو ووٹ دینے کے حق استعمال کرنے سے روکا گیا ہو۔

عورتوں کے قانونی حقوق

قوانین کا مقصد ریاست کے شہریوں کو تحفظ فراہم کرنا ہوتا ہے۔ تاہم اسے عورتوں اور معاشرے کے دوسرے کمزور طبقات کے خلاف امتیاز برتنے کے لئے استعمال میں لایا جارہا ہے۔ حقوق کی برابری اور عورتوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں مقام دینے اور انکے خلاف ہر طرح کا امتیاز ختم کرنے کے لئے ہم درج ذیل اقدامات ضروری سمجھتے ہیں:

1) آئین میں موجود امتیازی قوانین مثلاً حدود آرڈیننس، ضابطہ تعزیرات پاکستان اور فوجداری ضابطہ عمل میں قصاص اور دیت کی شقیں جن میں 'غیرت کے نام پر قتل' کے حوالے ہیں اور شہریت ایکٹ کو منسوخ یا ان میں ترمیم کی جائے تا کہ عورتوں کی برابر قانونی حیثیت کو یقینی بنایا جاسکے۔

2) اہانت کے قانون کو منسوخ کیا جائے۔

3) عائلی قوانین میں فوری ترمیم کی جانی چاہیے اور ان میں بہتری لائی جانے چاہیے خصوصاً 'بچوں کی شادی'، 'کثیر الزوجی' اور نکاح نامہ (شادی کے معاہدہ) میں 'عورتوں کو طلاق دینے کے حق' اور جہیز کے حوالہ سے اور اقلیتوں کے لئے قوانین (پرسنل لاز) میں ان کی برادری، تمام سماجی شعبوں، کنبوں، طبقات، عورتوں کے نمائندوں اور قانونی ماہرین کی مشاورت سے بہتری لائی جائے۔

4) تمام صنفی اور رواجی معمولات پر قانون کے مطابق سزا دی جائے اور متوازی قوانین یا نام نہاد قانونی نظاموں (جرگہ، پنچایت وغیرہ) کو ختم کیا جائے۔

5) آئین اور قوانین کو بہرصورت ان بین الاقوامی معاہدوں کی مطابقت کا حامل ہونا چاہیے جن کی پاکستان نے توثیق کر رکھی ہے۔ ان میں عورتوں کیخلاف ہر قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کا معاہدہ (سیڈا) اور بچوں کے حقوق کا عالمی معاہدہ (سی آر سی) بھی شامل ہے۔

6) عورتوں کے مخصوص مسائل اور ان کی ضروریات سے متعلق قوانین کا بنایا جانا ضروری ہے جن میں گھریلو تشدد، گھریلو ملازمین، محنت کش کسان عورتوں بشمول مزدوروں، کسانوں اور گھریلو ملازموں سے متعلق قوانین شامل ہیں۔

7) نادرا بہرصورت پیدائش، شادی، طلاق اور وفات کا ریکارڈ مرتب کرے اور یہ سرٹیفکٹس جاری کرے۔

عورتوں کے خلاف تشدد کا خاتمہ

عورتوں کے خلاف تشدد (VAW) پاکستان بھر میں ایک وبائی صورت اختیار کر چکا ہے اور روزانہ اس ضمن میں بڑھتی ہوئی تعداد میں واقعات سامنے آرہے ہیں۔ عورتوں کے خلاف بڑھتے ہوئے تشدد اور خواتین کے خلاف تشدد کی نئی صورتوں کا اعتراف اور صنفی اعتبار سے اس مخصوص تشدد کے خلاف موثر اقدام کے حوالہ سے ریاست اور ریاستی اداروں کی کوتاہی واضع نظر آتی ہے۔ تشدد سے پاک معاشرہ اور عورتوں کے خلاف ہر شکل میں تشدد سے نبرد آزما ہونے اور عورتوں کے خلاف تشدد کی قبولیت بالکل ختم کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات کئے جانے چاہئیں:

1) عورتوں کے خلاف تشدد کی تمام صورتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے ادارہ جاتی عمل اور موثر طریقہ ہائے کار یقینی بنانے کے لئے صنفی بنیاد پر تشدد کے خلاف ایک جامع قومی پالیسی کا تیار کیا جانا، متعارف کرانا اور اس پر عملدرآمد کرنا ناگزیر ہے۔

2) بچوں کی شادیوں کے قانون، جہیز کے قانون، عائلی قوانین، بعد از طلاق خرچہ وغیرہ، کثیر الزوجی کے قانون کی خلاف ورزیوں اور جرگہ کے 'فیصلوں' کی مانیٹرنگ کے رسمی طریقہ کا نفاذ کیا جائے۔

3) گھریلو تشدد پر قانون سازی متعارف کرائی جائے اور ترجیح بنیادوں پر نافذ کی جائے تا کہ گھریلو تشدد کو جرم قرار دیا جا سکے اور اقدامات کئے جائیں جن سے عورتوں اور بچوں کے خلاف گھریلو تشدد کے تمام واقعات کو درج کیا جاسکے اور ان پر قانونی کارروائی کی جاسکے۔

4) صنفی بنیاد پر نئی ترقی پسندانہ قانون سازی بشمول 'غیرت کے نام پر قتل پر قانون'، 'جائے ملازمت پر ہراساں کئے جانے کیخلاف تحفظ کا بل 2010' اور 'خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) ایکٹ 2011' پر سختی سے عمل درآمد بمعہ مانیٹرنگ اور جائزہ لینے کے طریقہ کار وضح کرتے ہوئے کیا جائے اور ان معاملات کو نصاب تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔

5) سیاسی جماعتوں اور حکومت کے تمام اداروں بشمول سینٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں اور پولیس کے دائرہ کار میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کے ایکٹ 2010ء کے تحت اپنے اداروں کے اندر تحقیقاتی کمیٹیوں کا قیام شامل کیا جائے۔

6) تشدد کی شکار عورتوں کے لئے تمام صوبوں اور علاقوں بشمول گلگت بلتستان، کشمیر اور فاٹا میں ضلع کی سطح پر باقاعدہ تربیت یافتہ عملہ کی دستیابی کے ساتھ پناہ گاہیں، کرائسز سینٹر اور قانونی امداد اور مشاورت کے سینٹروں کے علاوہ 'برن یونٹ' قائم کئے جائیں اور ایسے موجود ڈھانچوں کو موثر معاونت اور حوالہ جاتی نظام، مناسب بجٹ، جدید سہولتوں کی بہم رسانی اور تربیت یافتہ اور باقاعدہ عملہ کے ذریعہ مزید تقویت دی جائے۔ لڑائی اور بحرانی حالات میں ان خدمات کو مکمل وسائل کے حامل کثیر المقاصد سینٹروں میں بدلا جاسکتا ہے جن میں خواتین کے لئے صدماتی کیفیت اور علاج کی ضروریات بھی شامل ہوں تاہم معمول کے حالات میں انہیں آزادانہ اور حقوق کی بنیاد پر خدمات دینا چاہیے۔

7) عورتوں کی پولیس اور قانونی نظام تک آسان رسائی کے لئے طریقہ کار وضح کئے جائیں جیسا کہ عورت ہیلپ لائنز وغیرہ۔

8) عصمت دری کی شکار عورتوں کے لئے پوری طرح تربیت یافتہ اور مستقل عملہ پر مشتمل معاون سینٹر قائم کئے جائیں۔

9) مجرموں اور عادی مجرموں کے لازمی اندراج پر مشتمل ریکارڈ کا ذخیرہ قائم کیا جائے۔

10) خواتین کے خلاف تشدد کے معاملات سے نمٹنے کے وقت نظام تک رسائی میں عورتوں کو درپیش مشکلات، نظام کے اندر عورتوں کے خلاف برتے جانے والے امتیاز اور معینہ وقت میں کارروائی کے حوالہ سے فوجداری نظام انصاف میں خواتین کو درپیش مشکلات کے پیش نظر اس میں اصلاحات کی جائیں۔

11) تنازعات طے کرنے کیلئے متوازی عدالتوں، جرگوں/ پنچائیتوں کے انعقاد پر قانونی طور پر مجرمانہ قرار دیتے ہوئے ان پر پابندی عائد کی جائے۔

12) اقلیتوں کو ہراساں کرنے/ دھمکی دینے اور تنگ کرنے کیخلاف قانون کے مطابق سختی سے نمٹا جائے۔

عورتیں اور میڈیا

میڈیا ضمیر کی بیداری اور رویوں کی تبدیلی کے حوالہ سے زبردست استعداد کے حامل ذریعہ کے طور پر ابھرا ہے۔ تاہم اپنی مثبت استعداد کے ساتھ ساتھ مناسب اقدامات جیسا کہ ضابطہ اخلاق وغیرہ کے عدم نفاذ کے باعث یہ استعداد منفی رُخ بھی اختیار کرسکتی ہے۔ اس امر کو یقینی بنانے کیلئے کہ میڈیا کا کردار عورتوں کے خلاف امتیاز کا حامل نہیں، ان کے وقار کو نقصان نہیں پہنچا رہا اور اخلاقی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے غیر متعصّبانہ طور پر کام کر رہا ہے، ہم درج ذیل اقدامات کو ضروری سمجھتے ہیں:

1) سیاسی جماعتوں کی میڈیا پالیسی کو سامنے لایا جائے۔

2) میڈیا میں کام کرنے والے تمام لوگوں کے لئے ضابطہ اخلاق اور انضباطی طریقہ ہائے کار وضع کئے جائیں۔

3) میڈیا سے متعلق ضابطہ اخلاق کو سیاسی جماعتوں میں متعارف کرایا جائے۔

4) عورتوں کے خلاف تشدد کے معاملات کی رپورٹنگ کے لئے سخت ضابطہ اخلاق تیار کیا جائے تا کہ اس امر کو یقینی بنایا جا سکے کہ ان معاملات کو سنسنی خیر رنگ نہیں دیا گیا۔

5) میڈیا سے وابستہ تمام کارکنوں کے لئے صنفی حساسیت پر مبنی تربیتی کورسز کی تیاری۔

6) میڈیا جیسا کہ ایف ایم ریڈیو کو ریاست یا غیر ریاستی عناصر کی طرف سے لوگوں کو ہراساں کرنے، خوف کی فضاء پیدا کرنے، دھمکیوں اور ان کے ایجنڈا کو آگے بڑھانے کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہونی چاہیے جو خود ریاست کے لئے بھی ایک خطرہ ہے۔

7) لوگوں کو قانون ہاتھ میں لینے پر اکسانے، نفرت پر مبنی جرائم، مذہبی عدم برداشت کے فروغ یا لوگوں کے بنیادی اور جمہوری حقوق کے خلاف گمراہ کن اطلاعات کا مرتکب پائے جانے والے نجی چینلز کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے اگر اور ضروری ہو تو ایسے چینلز کو بند کیا جائے۔

8) میڈیا کے غیر رسمی طریقے جیسا کہ عورتوں کے ووٹ دینے کے حق کے خلاف پمفلٹ کی تقسیم یا ووٹنگ کے مقام پر اس عمل کو روکنے کیلئے احتجاج جو بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں سے باقاعدہ امتیازی پالیسی کے طور پر نمٹنے کی ضرورت ہے۔

9) پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا دونوں میں اوپری سطح پر عورتوں اور لڑکیوں کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والی عورتیں

1) مذہبی اقلیتوں کے خلاف آئینی، قانونی اور سماجی امتیاز کی روک تھام کی جائے اور بطور برابر شہری انکو ان کا حق دیا جائے۔

2) اقلیتوں کو ہراساں کرنے/ دھمکی دینے اور ان کو تنگ کرنے والوں سے قانون کے مطابق سختی سے نمٹا جائے۔

3) اقلیتوں کے لئے وراثت اور خاص قوانین (پرسنل لاء) بنائے جائیں اور/ یا انہیں وقت کی ضرورتوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔

مشکل حالات سے دوچار اور زیر حراست عورتوں کے لئے فنڈ نے کام شروع کردیا

مصیبت زدہ اور مقید عورتوں کیلئے فنڈ قانون 1996ء کی ایک شق کی رُو سے عورتوں کے لئے مختص 25 ملین روپے پر مشتمل فنڈ وزارت انسانی حقوق کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس فنڈ کے قیام کا مقصد مشکل حالات سے دوچار اور زیر حراست عورتوں کو مالی اور قانونی امداد بہم پہنچانا ہے۔

عورتوں کے فنڈ سے مستفید ہونے کے لئے اہلیت کا مطلوبہ معیار درج ذیل ہے:

☆ مُقید عورتیں (جن پر مقدمہ چل رہا ہو یا سزا سنائی جا چکی ہو یا دارالامان میں مقیم ہوں)، انہیں کتابیں مہیا کرنے کے لئے، وظائف دینے کے لئے یا عورتیں جنہیں تدریس کا کام سونپا گیا ہو، بحالی کے مقصد کے لئے انتہائی مشکلات کے حامل معاملات شامل ہیں)۔

☆ معذور عورتیں

☆ شدید بیماری کی شکار مستحق عورتیں بشمول ذہنی بیماری یا جو مشکل سے دوچار ہوں اور طبی امداد کی ضرورت ہو

☆ جلانے کے واقعات کی شکار عورتیں

☆ مشکل حالات کی شکار عورتیں اور پناہ کے ضرورت مند اُنکے بچے

☆ اپنے شوہروں کی طرف سے بدترین سلوک کا نشانہ بننے والی عورتیں

☆ انتہائی مشکلات کے حامل اسی نوعیت کے معاملات اور زیر حراست یا مشکل حالات سے دوچار عورتوں کی قانونی مدد

درخواست دینے کا عمل

درخواست گذار اپنی درخواستیں براہِ راست سیکریٹریٹ کو ارسال کرسکتی ہیں:

سیکرٹری
ویمن ڈِسٹریس اینڈ ڈیٹینشن فنڈ
وزارت انسانی حقوق
سٹیٹ لائف بلڈنگ، اتاترک ایوینو، اسلام آباد

قومی کمیشن برائے وقارنسواں: عورتوں کے مسائل پر حکومتی بے توجہی

تحریر: ملیحہ ضیاء

مارچ 2012ء کو اس وقت زبردست خوشی منائی گئی جب صدر آصف علی زرداری نے قومی کمیشن برائے وقارنسواں بل 2012ء کے مسودہ پر دستخط کر کے اسے قانون میں بدل دیا۔ مسودہ پر دستخط کرتے ہوئے صدر نے اُمید ظاہر کی کہ ''کمیشن عورتوں کے حقوق کے نگہبان کے طور پر نمایاں کردار ادا کرے گا اور پالیسی و قانون سازی میں مثبت تبدیلی لانے میں مدد دے گا''۔ (8 مارچ 2012ء، بزنس ریکارڈر)

اس قانون نے کمیشن کو مالیاتی خودمختاری اور آزادی دی اور اس کا ایجنڈا بیان کیا کہ یہ عورتوں کی بااختیاری اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے کام کرے گا۔

مقام نسواں کو بلند کرنے کے لئے صدر اور حکومت کی جانب سے بارہا اس حکومتی وابستگی کو دوہرایا گیا۔ حکومت کی اس وابستگی، قومی کمیشن برائے وقارنسواں ایکٹ 2012ء پر اظہار مسرت اور ادارے کے اضافی کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے کمیشن کی نئی چیئرپرسن اور اراکین کمیشن کے تقرر میں کسی وضاحت کے بغیر کی جانے والی طویل تاخیر ایک حیرت انگیز امر ہے۔

2012ء کے قانون میں چیئرپرسن کے تقرر کے لئے شفاف طریقہ کار تجویز کیا گیا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق اس عمل میں سہولت دینے کے لئے ایک پارلیمانی کمیٹی قائم کی جائے گی اور چیئرپرسن کے لئے نامزدگیاں اس ضمن میں سرکاری اشتہار پر آنے والے ردعمل کی مطابقت سے کی جائیں گی۔ وفاقی حکومت امیدواروں کی فہرست کو مختصر کرے گی جبکہ وزیراعظم، قائد حزب اختلاف کی تائید کے ساتھ فہرست کو تین امیدواروں تک مختصر کریں گے۔ دونوں کے متفق نہ ہونے پر وزیراعظم اور قائد حزب اختلاف اپنی اپنی مختصر فہرست تیار کریں گے۔ فہرست اس کے بعد پارلیمانی کمیٹی کو ارسال کی جائے گی جو ان امیدواروں کا جائزہ لینے کے بعد حتمی فیصلہ کرے گی جبکہ وزیراعظم چیئرپرسن کا تقرر عمل میں لائیں گے۔

صدر آصف علی زرداری قومی کمیشن برائے وقارنسواں کی اسوقت کی چیئرپرسن انیس ہارون کی موجودگی میں قومی کمیشن برائے وقارنسواں ایکٹ 2012ء پر دستخط کر رہے ہیں۔

اس حوالہ سے 3 اپریل 2012ء کو ایک اشتہار جاری کیا گیا اور اس کی بنیاد پر جیسا کہ معلوم ہوا 10 امیدواروں پر مشتمل مختصر فہرست تیار کی گئی۔ بعض اطلاعات کے مطابق فہرست کو شاید مزید مختصر بھی کیا گیا۔ تاہم نہ تو کوئی پارلیمانی کمیٹی تشکیل دی گئی اور نہ ہی کوئی مزید اقدام کیا گیا۔

اس پر مستزاد یہ کہ عورتوں کے معاملات پر کام کرنے اور معلومات بہم پہنچانے والے عملہ کو اپنے متعلقہ ڈونر اداروں میں واپس جانے پر مجبور کیا گیا۔ قومی کمیشن برائے وقارنسواں کی تاریخ میں ایسا اقدام پہلی بار دیکھنے میں آیا کیونکہ گذشتہ دو کمیشنوں کی مدت ختم ہونے کے بعد ڈونر اداروں کی جانب سے مہیا کی گئی فنی معاونت کو اہم فیصلوں کے اختیار کے بغیر مگر سیکرٹریٹ کو عملی طور پر قائم رکھتے ہوئے کام جاری رکھنے کی گنجائش بہم پہنچائی جاتی رہی تھی۔

اس وقت چیئرپرسن کا تقرر تاحال التواء کا شکار ہے اور اس کے لئے کوئی واضح معینہ وقت بھی نہیں دیا گیا لہٰذا 25 مارچ 2012ء کے بعد قومی کمیشن برائے وقارنسواں کو قانونی طور پر مجاز بورڈ اور چیئرپرسن کے بغیر رکھا گیا ہے۔

مزید برآں، اس فیصلہ میں سیاست کی بڑھتی ہوئی دخل اندازی کی اطلاعات بھی موجود ہیں۔ اس سے ان خدشات اور قیاس آرائیوں نے جنم لیا ہے کہ یہ عمل شاید شفاف نہ رہے اور کہیں پسند ناپسند اور تعصب چیئرپرسن اور اراکین کمیشن کی تقرریوں کے فیصلہ کو بعض افراد کے حق میں لے جانے کا باعث نہ بن جائے۔

اس تمام صورت حال سے متعلق سول سوسائٹی میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے۔ اس سے خود حکومت کی وابستگی کی حقیقت اور خود اپنے ہی منظور کردہ قانون پر درست اور شفاف انداز سے عمل درآمد کی اہلیت سے متعلق سوال جنم لیتے ہیں۔ درحقیقت یہ امر عورتوں کے معاملات پر حکومت کی ترجیح اور دلچسپی کا فقدان بھی ظاہر کرتا ہے جب سیکرٹریٹ کو فنی معاونت سے محروم کر کے خود حکومت کے اپنے ادارے کو غیرموثر بنا دیا جائے۔

سول سوسائٹی کے مطالبات

- ☆ حکومت اس معاملہ کا نوٹس لے اور قومی کمیشن برائے وقار نسواں ایکٹ 2012ء کو اس کی روح کے مطابق نافذ کرے۔
- ☆ 2012ء کے قانون میں عہدیداروں کے انتخاب سے متعلق وضع کئے گئے شفاف اور منصفانہ طریقہ پر سختی سے کاربند رہنے کو یقینی بنایا جائے۔
- ☆ 2012ء کے قانون کی مطابقت سے پارلیمانی کمیٹی قائم کی جائے۔
- ☆ نئے عہدیداروں کا انتخاب سیاست اور تعلقات کی بجائے تجربہ، قابلیت اور مقصد کے لئے ادا کئے گئے کردار کیساتھ ساتھ فرد کو اپنے کام اور لگن کی وجہ سے سول سوسائٹی میں حاصل احترام کی بنیادوں پر کیا جائے۔
- ☆ قومی کمیشن برائے وقارنسواں کی فنی معاونت کو فوری طور پر بحال کیا جائے اور موجودہ عملے کو فرائض کار کی انجام دہی کی اجازت دی جائے۔
- ☆ چیئرپرسن اور اراکین کمیشن کی تقرری کے لئے مختصر اور حتمی معینہ وقت واضح کیا جائے اور اس معینہ وقت پر سختی سے کاربند رہا جائے۔
- ☆ قومی کمیشن برائے وقارنسواں کو بمعہ چیئرپرسن اور اراکین کے جلد از جلد عملی طور پر بحال کر کے حکومت عورتوں کی بااختیاری سے اپنی وابستگی کا ثبوت دے۔

بیواؤں اور سنگل ویمنز کے حقوق کو سرکاری پالیسی کے مرکزی دھارے میں لانا

عورت فاؤنڈیشن نے ساؤتھ ایشین نیٹ ورک فار وڈوز امپاورمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ (سینوڈ) کے اشتراک سے 23 تا 24 مئی 2012ء کو اسلام آباد میں ایک مشاورتی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔

ورکشاپ میں بیواؤں اور سنگل ویمنز کے معاملات کو سرکاری پالیسی میں متعارف کرانے پر زور دیا گیا۔ یہ پاکستان میں اس موضوع پر پہلی بحث تھی۔ یہ عورتیں ذاتی تحفظ اور اپنے بنیادی حقوق کے تحفظ کے حوالہ سے معاشرے میں اکثر امتیازی سلوک کا شکار ہوتی ہیں اور نظرانداز کی جاتی ہیں۔

سینوڈ کی تشکیل 2005ء میں ایک مشترکہ خیال کے تحت عمل میں آئی تھی۔ تنظیم کے 7 سال کافی سرگرمی کے حامل رہے اور اس عرصہ میں یہ نیٹ ورک بین الاقوامی اور علاقائی سطح پر عورتوں کے معاملات اُجاگر کرنے میں مصروف عمل رہا۔ پاکستان نے سرکاری طور پر سینوڈ نیٹ ورک میں شمولیت اسی کانفرنس کے دوران اختیار کی اور متفقہ طور پر عورت فاؤنڈیشن کے بورڈ آف گورنرز کی صدر ڈاکٹر معصومہ حسن کا پاکستان میں سینوڈ کی نمائندہ کے طور پر منتخب کیا۔

سینوڈ مشاورتی ورکشاپ کے پہلے دن کے شرکاء کا گروپ فوٹو

دوروزہ کانفرنس جنوبی ایشیاء میں بیواؤں اور سنگل ویمنز کو درپیش مسائل اور چیلنجوں پر مرکوز تھی اور اس کا مقصد ان کے حقوق کو سرکاری پالیسی اور ادارہ جاتی ڈھانچوں کے مرکزی دھارے میں لانے کے لئے مقامی، علاقائی اور بین الاقوامی سطحوں پر ارتباط اور روابط عمل پیدا کرنا تھا۔

یہ مشاورت 'اعلان اسلام آباد' کے مسودہ کی تیاری پر منتج ہوئی۔ مسودہ نگار کمیٹی انگلینڈ سے تعلق رکھنے والی مارگریٹ اوون، نیپال کی للّی تھاپا، بھارت کی ڈاکٹر موہینی گری، بنگلہ دیش کی فردوس آراء بیگم اور پاکستان کی طاہرہ عبداللہ، نیلم حسین اور صائمہ منیر پر مشتمل تھی۔ مشاورت کے اختتام پر 'اعلان اسلام آباد' کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا جس کی تفصیل ان صفحات پر پیش کی جارہی ہے۔

عورت فاؤنڈیشن اورSANWED کے اشتراک سے منعقدہ دوروزہ جنوبی ایشیائی کانفرنس کے موقع پر بیواؤں کی ضروریات، کرداراور حقوق پر

اسلام آباد اعلامیہ

24 مئی2012ء، اسلام آباد، پاکستان

ہم، ساؤتھ ایشین نیٹ ورک فار وڈوز امپاورمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ (سینوڈ) کی افغانستان، بنگلہ دیش، بھارت، نیپال، پاکستان اور سری لنکا سے تعلق رکھنے والی اراکین 'وڈوز فار پیس تھرو ڈیموکریسی' (سینوڈ کے لئے عالمی مرکزی تنظیم) کے ساتھ ملکر کی عورت فاؤنڈیشن کے اشتراک سے 23 تا24 مئی2012ء کو اسلام آباد میں منعقدہ جنوب ایشیائی مشاورتی ورکشاپ 'سرکاری پالیسی میں بیواؤں اور سنگل ویمنز کے حقوق کو مرکزی دھارے میں لانا' کے موقع پر اختیار کئے گئے درج ذیل اعلان سے متفق ہیں۔

تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ عورتیں جو سنگل، مطلقہ، جن کی کبھی شادی نہیں ہوئی، بے دخل کردی گئی یا وہ جو لا پتہ/ جبری غائب کردیئے جانے والے افراد کی بیویاں ہیں سے متعلق مسائل انتہائی اہمیت رکھتے ہیں۔ ہم یہاں اس اعلامیہ میں بیواؤں کی ضروریات اور حقوق پر توجہ مبذول کررہی ہیں۔

تجدید عہد کرتی ہیں اپنے اس مقصد سے وابستگی کا جو ایک ایسی دنیا کے لئے ہے جہاں تمام بیوائیں کو عمر، لسانیت، مذہب، طبقہ یا سیاسی وفاداریوں سے قطع نظر مکمل انسانی حقوق میسر ہوں اور وہ کسی امتیاز کے بغیر وقار کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔

تجدید عہد کرتی ہیں، مضبوط وابستگی اور لگن سے، کہ بیواؤں کی بااختیاری کے اپنے مشترکہ مقاصد کے حصول کے لئے بیباک آواز اُٹھانے کی خاطر اپنا اتحاد برقرار رکھیں گے۔

زور دیتی ہیں اس امر پر کہ خطہ بھر میں بیواؤں کو خصوصیت سے بطور غریب، عمر رسیدہ، زد پذیر اور ضرورت مند کے طور پر نہ دیکھا جائے بلکہ سماجی اور معاشی ترقی میں حصہ ڈالنے والے اہم کرداروں اور تبدیلی کے موثر نمائندوں کے طور پر تسلیم کیا جائے۔

سمجھتی ہیں کہ بیواؤں کا قیام امن اور فروغ امن میں منفرد کردار ہے جو وہ مختلف لسانی، مذہبی، سیاسی اور قومی گروہوں سے تعلق رکھنے والی بیواؤں کے ساتھ روابط استوار کرنے کی ان کی اہلیت کی بدولت ہے۔

تسلیم کرتے ہیں کہ مسلح تصادم، عسکریت پسندی، جبری طور پر غائب کرنے اور قدرتی آفات کے نتیجہ کے طور پر بیوگی غربت کی بنیادی وجوہات میں سے ایک ہے جیسے ایم ڈی جیز (میلینئم ڈویلپمنٹ گولز) پر عمل درآمد کے ذریعہ نمٹا جانا چاہیے۔

تسلیم کرتی ہیں کہ بیواؤں کے انسانی حقوق، ان کا برابر مقام اور انصاف تک رسائی خطہ میں جمہوریت، سماجی ومعاشی ترقی اور امن کے اہم بنیادی اجزاء ہیں۔

سمجھتے ہیں کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں1325 اور1820، بیجنگ پلیٹ فارم برائے عمل اور عورتوں کے خلاف ہر طرح کے امتیازات کے خاتمہ کے کنونشن میں بیواؤں کے خلاف امتیاز اور زیادتیوں سے متعلق کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔

توثیق کرتی ہیں بیواؤں کے حقوق کا معاہدہ (2005)، ICW قرارداد جہانسبرگ (2009)، کھٹمنڈو ڈوز اعلامیہ (2011) اور دہلی تجاویز (2011) کی سفارشات اور مطالبات کو۔

ہم عہد کرتی ہیں کہ بیواؤں اور لاپتہ افراد کی بیویوں کے خلاف روا ہر طرح کے امتیاز، زیادتی اور تشدد کی ہر صورت کے خاتمہ اور ان کے انسانی حقوق کے تحفظ اور احترام، ان کی غربت میں کمی لانے، انہیں مطلوبہ شناخت دلانے اور خاندانوں، مقامی آبادیوں اور معاشروں میں ان کے تعمیری کردار میں معاونت دینے کے لئے باہم مل کر کام کریں گی۔

ہم عہد کرتی ہیں کہ سینوڈ جو کہ کھٹمنڈو، نیپال میں واقع سیکرٹریٹ کا حامل ایک رجسٹرشدہ علاقائی نیٹ ورک ہے اور وڈوز فار پیس تھرو ڈیموکریسی (ڈبلیو پی ڈی) کے پلیٹ فارم سے بیواؤں کی بااختیاری کی کاوشوں کو آگے بڑھایا جائے گا۔

ہم سارک سے اعلان کولمبو کے آرٹیکل 32 پر موثر عمل درآمد، بیواؤں کے حقوق کے عالمی معاہدے کو تسلیم کرنے اور اس کی توثیق کرنے، بیوگی سے متعلق ایک علاقائی پالیسی کی تشکیل جسے ہر رکن ریاست کی قومی پالیسی کے طور پر اپنایا جائے اور سینوڈ کو سرکاری مشاورتی درجہ دیئے جانے کا مطالبہ کرتی ہیں۔

ہم سارک اور اپنی متعلقہ حکومتوں سے مطالبہ کرتی ہیں کہ بیواؤں کے حقوق کو سینوڈ اور صنفی برابری، ترقی اور امن کے قومی و بین الاقوامی ڈھانچوں جیسا کہ CEDAW، انسانی حقوق پر ویانا کنونشن، بیجنگ پلیٹ فارم برائے عمل، کوپن ہیگن ڈیکلریشن آف دی ورلڈ سمٹ آن سوشل ڈویلپمنٹ، اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی قراردادوں 1325 اور 1820 ہزاریئے کے ترقیاتی اہداف (ملینیم ڈویلپمنٹ) (MDGs) برائے2015ء اور قومی منصوبہ ہائے عمل کے ساتھ مشاورت کے ذریعہ علاقائی اور قومی پالیسیوں اور پروگراموں کے مرکزی دھارے میں شامل کرنے کو یقینی بنایا جائے۔

ہم سارک سے، اپنی متعلقہ حکومتوں اور اقوام متحدہ سے مطالبہ کرتی ہیں کہ مطلق غربت کے خاتمہ اور علاقائی سطح پر تخفیف فوج اور ملک کے اندر ممالک کے درمیان قیام و فروغ امن کے لئے بیواؤں کی فیصلہ سازی اور عمل میں متحرک اور موثر شرکت کے ساتھ فوری اقدامات کئے جائیں۔

ہم مطالبہ کرتی ہیں اپنی متعلقہ حکومتوں سے کہ بیواؤں اور ان کے زیر کفالت افراد پر مشتمل اعداد وشمار کا ذخیرہ مرتب ومحفوظ کیا جائے اور باقاعدگی سے درست بنایا جائے تاکہ اسے بیواؤں کے لئے قومی شناختی کارڈز، پاسپورٹ، لائسنسوں، سماجی تحفظ، پنشن، زرتلافی، صحت اور تعلیم کی سہولتوں، ملازمین کے لئے سہولتوں، روزگار اور تربیت کے مواقع کے لئے رجسٹریشن کی خاطر استعمال کیا جاسکے۔

ہم مطالبہ کرتی ہیں اپنی متعلقہ حکومتوں سے کہ CEDAW کے اختیاری پروٹوکول کی توثیق کی جائے اور CEDAW کے آرٹیکل 12 اور 16 کی رُو سے اس پر عمل درآمد کے لئے اقوام متحدہ/کمیشن برائے وقار نسواں اور اقوام متحدہ/کمیشن برائے انسانی حقوق/ عالمی زمانی جائزہ کو ارسال کی جانے والی باقاعدہ رپورٹوں میں بیواؤں سے متعلق صورتحال کو شامل کیا جائے۔ ہم سارک اعلان کولمبو کے بیواؤں سے متعلق آرٹیکل 32 کی رُو سے مطالبہ کرتی ہیں کہ آئندہ ہر سارک سربراہ کانفرنس میں بیواؤں کی صورتحال سے متعلق پیشرفت پر مبنی رپورٹ پیش کی جائے۔

ہم مطالبہ کرتی ہیں اپنی متعلقہ حکومتوں سے کہ بیواؤں کو وراثت کے حقوق اور انہیں غیر منصفانہ تقدیسی پابندیوں سے قطع نظر اپنے خاوندوں کی جائیداد، زمین اور اثاثوں پر حق دیا جائے۔

ہم مطالبہ کرتی ہیں اپنی متعلقہ حکومتوں سے کہ بیواؤں کو خصوصاً جو شورش زدہ علاقوں سے تعلق رکھتی ہوں کو امتیازی قوانین کے خاتمہ کے ذریعہ اور جنگی جرائم اور دوسری زیادتیوں کو مجرمانہ عمل ٹھہراتے ہوئے ان پر قانونی کارروائی کے ذریعہ انصاف تک رسائی بہم پہنچائی جائے۔

ہم مطالبہ کرتی ہیں اپنی متعلقہ حکومتوں سے کہ بیواؤں کی خاندان یا خاندان سے باہر جبری شادیوں، انہیں کسی دوسرے مقام پر فروخت کی غرض سے منتقلی یا فروخت، جبری عصمت فروشی اور جنسی غلامی کو مجرمانہ فعل قرار دینے کے لئے قانون سازی کی جائے اور بیواؤں کے اس حق کو کہ آیا وہ شادی کرنا چاہتی ہیں یا نہیں کو تحفظ دیا جائے۔

ہم مطالبہ کرتی ہیں اپنی متعلقہ حکومتوں سے کہ ایچ آئی وی/ایڈز سے متاثرہ ہونے کی صورت میں انہیں خصوصی معاونت دی جائے تاکہ وہ اپنا کردار پوری طرح ادا کرسکیں۔

ہم سارک اور اپنی متعلقہ حکومتوں سے مطالبہ کرتی ہیں کہ وہ قومی، ریاستی، صوبائی اور مقامی سطحوں پر علاقائی سینوڈ نیٹ ورک سے روابط کی حامل بیواؤں کی ایسوی ایشنز اور نیٹ ورکس کے مقام کے لئے سہولت کاری اور ان کے فروغ کے لئے معاونت دیں۔

ہم اقوام متحدہ، بین الاقوامی اور دوطرفہ تنظیموں سے مندرجہ ذیل مطالبہ کرتی ہیں کہ:

- ☆ مختلف معاملات اور موضوعاتی گروپوں میں بیواؤں کو ایک خصوصی درجہ بندی کے طور پر تسلیم کیا جائے تاکہ ان کے معاملات کو مربوط اور مرکزی دہارے میں لایا جاسکے۔
- ☆ بیوگی پر ایک خصوصی مراسلہ نگار کی تقرری کی جائے۔
- ☆ شورش زدہ اور بعداز شورش حالات میں بیواؤں کی صورتحال پر ایک خصوصی رپورٹ مرتب کرائی جائے۔
- ☆ بیواؤں کو درپیش صورتحال کو سامنے لانے اور اس سے نمٹنے کے لئے سیڈا /کمیشن برائے وقار نسواں کی جانب سے ریاستی فریقوں کے لئے بیوگی پر عمومی سفارشات تیار کی جائیں۔
- ☆ اختیاری پروٹوکول کے آرٹیکل 8 کے تحت سیڈا/کمیشن برائے وقار نسواں کمیٹی کی جانب سے چھان بین کے عمل کی درخواست کے لئے سینوڈ کی رپورٹوں کا اجراء اور ان پر کارروائی۔
- ☆ اقوام متحدہ نسواں کی سطح پر رابطہ کاری اور وکالت کے لئے بیواؤں کے معاملات پر مرکوز ایک خصوصی یونٹ کا قیام تاکہ سینوڈ اور اس کے قومی چیپٹرز تک مناسب مالیاتی اور فنی وسائل پر مبنی معاونت پہنچائی جاسکے۔
- ☆ اس امر کو یقینی بنانا کہ اقوام متحدہ کے نظام میں تمام سطحوں پر فیصلہ سازی، منصوبہ بندی، پروگراموں کی ترتیب اور فنڈز کی بہم رسانی کے عمل میں بیوگی کے معاملات شامل اور مربوط شدہ ہیں۔

قانون سازی پر نظر

عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن

'قانون سازی پر نظر' عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن کے لیجسلیٹو واچ پروگرام فار ویمنز امپاورمنٹ کی رسورس سروس کی طرف سے اسلام آباد سے تیار کیا جاتا ہے۔

ایڈوائزری بورڈ

آئی۔اے۔رحمان، طاہرہ عبداللہ، نعیم مرزا

ایڈیٹوریل بورڈ

ملیحہ ضیاء، وسیم واگھا، شمائلہ تنویر

اظہار لاتعلقی

عورت فاؤنڈیشن اپنے دائرہ کار سے متعلق اُبھرتے ہوئے مباحث کو پیش کرتی ہے۔ ان صفحات پر پیش کئے جانے والے نقطہ ہائے نظر مضمون نگار کے خیالات کی عکاسی کرتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ ادارہ کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوں۔

آپکے خطوط، آراء اور تحریریں باعث خوشی ہونگی۔ رابطہ کیلئے:

عورت فاؤنڈیشن، مکان نمبر12، سٹریٹ نمبر12، F-7/2، اسلام آباد

فون: 051-2608956-8 ای میل: lwprs@af.org.pk

فیکس: 051-2608955 ویب سائٹ: www.af.org.pk

پرنٹنگ بشکریہ: ایم ایف اے، ناروے

صوبائی بجٹ میں خواتین قانون سازوں کی اہمیت پر بحث

عورت فاؤنڈیشن کے لیجیسلیٹو واچ پروگرام فار ویمنز امپاورمنٹ کے کراچی کے دفتر نے 17 مئی 2012 کو 'صوبائی بجٹ: بجٹ سازی کے عمل میں خواتین قانون سازوں کی اہمیت' کے موضوع پر ایک قبل از بجٹ پینل مباحثے کا انعقاد کیا۔ پینل مباحثہ عورتوں کے مخصوص معاملات اور مسائل سے نمٹنے کے لئے نمایاں رقوم مختص کئے جانے کی ضرورت اور بجٹ سازی کے عمل میں خواتین اراکین پارلیمنٹ کی شمولیت کی اہمیت پر زور دیا گیا تا کہ خواتین کی شنوائی ممکن ہو سکے۔ ایس پی ڈی سی کی چیف اکانومسٹ عفت آراء نے اس موقع پر صنفی مطابقت کے حامل بجٹ متعارف کرانے اور اس عمل میں خواتین قانون سازوں کی اہمیت وضح کرنے کی ضرورت سے متعلق پریزنٹیشن دی۔ معروف معیشت دان شاہد حسن صدیقی نے بجٹ 2012ء کا ایک جائزہ پیش کیا اور ایک اچھے بجٹ میں کیا شامل ہونا چاہیے پر گفتگو کی۔ انہوں نے زور دیا کہ بجٹ مبنی بر نتائج ہونا چاہیے اور کہا کہ ملک کو فوری طور پر ایک انقلابی بجٹ کی ضرورت ہے جس میں ٹیکسوں پر نیٹ ورک کو توسیع دینے کے لئے غلطیوں سے پاک طریقہ کار موجود ہونا چاہیے۔ دیگر مقررین میں وزیر اعلیٰ سندھ کے مشیر ناصر نظامانی، وزیر اعلیٰ سندھ کے مشیر اظہار الحق اور پاکستان پیپلز پارٹی سندھ کے سیکرٹری جنرل تاج حیدر شامل تھے۔

(بائیں سے دائیں) ناصر نظامانی، اظہار الحق، مہناز رحمان، ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی، تاج حیدر اور روبینہ بروہی

فوزیہ وہاب کی یاد میں

عورت فاؤنڈیشن فوزیہ وہاب (2012-1956) کی المناک رحلت پر سوگوار ہے۔ فوزیہ ایک باہمت خاتون اور معروف سیاستدان تھیں جن کے پاس کئی سیاسی قلم دان رہے۔ عورت فاؤنڈیشن کے لئے وہ اس سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ ایک طویل عمل کے نتیجہ میں اُبھر کر سامنے آنے والی حقوق نسواں کے لئے متحرک کارکن تھیں اور وہ عورت فاؤنڈیشن کے 'لیجیسلیٹو واچ گروپ' کی رکن ہونے کے علاوہ عورت فاؤنڈیشن کے قبیلے کا حصہ تھیں۔

انسانی حقوق کے معاملات پر ان کے غیر معمولی کام اور اس ضمن میں لاتعداد کامیابیوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

عام انتخابات میں عورتوں کی شمولیت ضروری ہے

عورت فاؤنڈیشن کوئٹہ کے زیر اہتمام 8 مئی 2012ء کو منعقدہ سیمینار میں سیاسی عمل میں عورتوں کی شمولیت کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا۔ سیمینار کے مقاصد میں خواتین رہنماؤں میں آئندہ انتخابات میں زیادہ موثر طور پر شرکت کی تحریک پیدا کرنا تھا۔ سینئر سیاستدان اور ادیب راحت ملک نے اپنی پریزنٹیشن متعلقہ سیاسی جماعتوں اور فیصلہ سازی میں عورتوں کے کلیدی کردار پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ عورتوں کی سیاسی فہم و فراست اور ہنر میں اضافہ کی بھی ضرورت ہے۔ نادرا کے منیجر آپریشنز محمد فرخ نے شرکاء کو نادرا کی جانب سے عورتوں کی قومی شناختی کارڈ کے لئے زیادہ سے زیادہ رجسٹریشن سے متعلق بریفنگ دی۔ شرکاء نے بھی سیاسی جماعتوں پر شعبہ ہائے خواتین کو تقویت دینے اور سیاسی جماعتوں کے اندر عورتوں کو فیصلہ ساز عہدوں پر متعین کرتے ہوئے ان کے لئے مواقع پیدا کرنے پر زور دیا۔ سیمینار کے شرکاء میں موجودہ و سابق اراکین صوبائی اسمبلی، مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والی خواتین سیاستدان، سابق خواتین کونسلروں، وکلاء، سرکاری حکام، این جی اوز کے نمائندوں، سیاسی، سماجی سرگرم کارکنوں اور صحافیوں نے شرکت کی۔

(بائیں سے دائیں) ثوبیہ کرن، ڈاکٹر شمع اسحاق، راحت ملک، محمد فرخ اور عامر علی

ڈپٹی سپیکر سندھ اسمبلی محترمہ شہلا رضا (درمیان میں)، ان کے دائیں جانب محترمہ ماروی راشدی اور محترمہ روبینہ بروہی جبکہ بائیں جانب محترمہ زرین مجید موجود ہیں۔

سول سوسائٹی کی جانب سے سیاسی جماعتوں کے منشور میں عورتوں کے حقوق شامل کرنے کا مطالبہ

عورت فاؤنڈیشن کے 'لیجیسلیٹو واچ پروگرام فار ویمن امپاورمنٹ' کے تحت 26 تا 27 جون 2012ء کو سیاسی جماعتوں کے منشوروں پر قومی مشاورت: خواتین کی بااختیاری کے لئے تجاویز، کے موضوع پر دو روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ عورت فاؤنڈیشن طویل عرصہ سے سیاسی جماعتوں کے ساتھ عورتوں کے مخصوص مسائل اور عورتوں کی بااختیاری کے لئے ان کے منشوروں کو بہتر بنانے کے لئے وکالت کرتی چلی آ رہی ہے۔ اس حوالہ سے عورت فاؤنڈیشن نے ملک بھر میں سول سوسائٹی کے ساتھ مشاورت کا ایک سلسلہ منعقد کیا تا کہ سیاسی جماعتوں کے منشور میں شامل کرنے کے لئے سفارشات کو حاصل اور مرتب کیا جا سکے۔ اس عمل کے نتیجہ میں قومی مشاورت کا انعقاد ہوا جس میں چاروں صوبائی اسمبلیوں اور تمام بڑی جماعتوں کی خواتین نمائندوں نے شرکت کی۔ سیاسی نمائندوں کو ان کی متعلقہ سیاسی جماعتوں کے ایجنڈا پر موجود اہم نقاط پیش کرنے کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ، سول سوسائٹی نے اپنی سفارشات سیاسی نمائندوں کے سامنے رکھیں اور انہیں سیاسی جماعتوں کے حتمی منشوروں میں شامل کئے جانے کی وکالت کی۔

'غیرت' کے نام پر قتل کے قانون میں ترامیم کی جائیں

عورت فاؤنڈیشن کی جانب سے 18 مئی 2012ء کو لاہور میں 'غیرت' کے نام پر قتل کے قانون میں مجوزہ ترامیم سے متعلق ایک صوبائی مشاورت کا انعقاد کیا گیا جو 2011ء کی مطبوعہ 'پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل اور قانون کا اطلاق' میں دی گئی سفارشات کی پیروی کا حصہ تھا۔ قانونی ماہر اور ایڈووکیٹ سپریم کورٹ حسام قادر شاہ نے قانون میں ترمیم کا مسودہ پیش کیا۔ شرکاء نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ 'غیرت' کے نام پر قتل کے قانون میں ضروری ترامیم کی جائیں اور 'غیرت' کے نام پر قتل کو ناقابل راضی نامہ جرم قرار دیا جائے۔ شرکاء کے پینل میں جسٹس (ر) ناصرہ جاوید بھی موجود تھیں جبکہ عورتوں کے حقوق کی سرگرم کارکن اور سابق رکن قومی اسمبلی مہناز رفیع، ممتاز قانون دان افضل حیدر اور ایڈووکیٹ شمیم الرحمان نے بھی اس موقع پر خطاب کیا۔

خیبر ایجنسی میں فریدہ آفریدی کے قتل کی مذمت کے لئے احتجاجی کیمپ

خیبر ایجنسی میں 'سویرا' نامی این جی او میں کام کرنیوالی فریدہ آفریدی کو 4 جولائی 2012ء کو نامعلوم افراد ان کے گھر کے باہر گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ وہ عورت فاؤنڈیشن کی رضا کار تھیں اور امن میں عورتوں کا کردار اُجاگر کرنے کے لئے کام کر رہی تھیں۔ عورت فاؤنڈیشن نے مقامی تنظیم سی اے ایم پی، پشاور پریس کلب، پی ایف یو جے اور سیفما کے اشتراک عمل سے 9 جولائی 2012ء کو اس بہیمانہ قتل کی مذمت کے لئے احتجاجی کیمپ لگایا۔ خیبر پختونخوا کے سیکرٹری اطلاعات میاں افتخار حسین نے بھی کیمپ میں شرکت کی اور فریدہ آفریدی کے قتل کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اسلام دشمن عناصر عورتوں کو قتل کرنے کے فتویٰ جاری کر کے ملک اور اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ عسکریت پسند مساجد، تعلیمی اداروں اور عوامی مقامات پر حملوں کے بعد اب ملازمت پیشہ عورتوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔

قانونی ماہر اور ایڈووکیٹ سپریم کورٹ حسام قادر شاہ خطاب کرتے ہوئے؛ اور ان کے بائیں جانب جسٹس (ر) ناصرہ جاوید جبکہ دائیں جانب نسرین زہرہ اور شائلہ تنویر موجود ہیں